(۹) نقص روانی قسم اول عمومی

شعر مین روانی کا نقص بھی ایک ایسا عیب ہے جسکی ناگواری مسلم ہے۔ اسکی کئی صورتین عام طور پر نومشق شعرا کے کلام مین اور کبھی کبھی پختہ مشق اساتذہ کے اشعار مین بھی پائی جاتی ہین۔

پہلی صورت یہ کہ شعر مین الفاظ یکے بعد دیگرے ایسے جمع ہوجائین کہ انکا زبان سے روانی کے ساتھ نکلنا ممکن نہو۔ مثلاً

غالب ؎ حسرت اے ذوق خرابی کہ وہ طاقت نرہی ✽ عشق پُر عربدہ کی گون تن رنجور نہین

مصرع ثانی مین تن، گوں، رنجور یہ چارون لفظ پے در پے اس قسم کے آگئے ہین کہ صفائی اور روانی کے ساتھ زبان سے بے تکلف ادا نہین ہوسکتے۔

غالب ؎ ہمسے رنج بیتابی کسطرح اٹھایا جائے ✽ داغ پشت دست عجز، شعلہ خس بدندان ہے

مصرع ثانی مین پشت دست عجز کی یکجائی نے صریحی طور پر روانی کا نقص پیدا کردیا ہے۔

حفیظ جونپوری ؎ ہو مالک کوثر کا نواسا پیاسا ✽ دریا ہو خشک خاک بر روئے آب

مصرع ثانی مین ہو اور خشک نیز بر، روئے اور آب کی یکجائی روانی کی دشمن واقع ہوئی ہے۔

نظم طباطبائی ؎ شغل خود بینی تھا شان بزم آرائی نتھی ✽ جلوہ گر تھا یار اور چشم تماشائی نتھی

مصرع اول مین بزم کے ساتھ آرائی کے جوڑ مین روانی کا عنصر ناپید ہے۔ بزم کے بجائے اگر محفل کا لفظ لکھدیا جائے تو یہ نقص بآسانی رفع ہوسکتا ہے۔ ع

شغل خود بینی تھا شانِ محفل آرائی نتھی

دوسری صورت۔ یہ کہ درمیان شعر مین اور کا لفظ داخل ہوکر روانی کو ناقص کردے۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ اور کسی شعر مین آئے اور اس سے خرابی نہ پیدا ہو۔ مثلاً

میر سوز ؎ خانہ بدوش اور ازل سے غریب تھا ✽ دل کا بتاؤن تجھکو بھلا آشیان کہان

حسرت استاد جرات ؎ مست مین تو ہوگیا تیری نگہ سے ساقیا ✽ اب نہین مجھ مین رہا ہے اور پجانے کا ہوش

مصرع ثانی میں موجودگی لفظ آور کی خرابی کے علاوہ نہ کے بجائے نہیں کا استعمال بھی قابل اعتراض ہے۔ اگر مصرع بدلکر " اب رہا مجھ میں نہ کچھ مے کا نہ پیمانے کا ہوش " کردیا جائے تو دونوں خرابیاں دور ہو جائیں۔

جرأت ۔ قدر ہے قیامت اور غضب گات آپکی ۔ جو بات ہے سو قہر ہے کیا بات آپکی

غالب ۔ ذکر اس پریوش کا اور پھر بیاں اپنا ۔ ہو گیا رقیب آخر تھا جو رازداں اپنا

غالب ۔ خوب تھا پہلے سے ہوتے جو ہم اپنے بدخواہ ؛ کہ بھلا چاہتے ہیں اور برا ہوتا ہے

طاقت ۔ قتل کر ڈالے وہ کیسے وہ ستمگر اُٹھے ؛ نہ کماں جس سے اٹھے اور نہ تلوار اُٹھے

اگر مصرع ثانی اسطرح کر دیا جائے۔ " نہ کماں جس سے اٹھے جس سے نہ تلوار اُٹھے " اور روانی کا نقص نہ رہے۔

جلیل ۔ آنکھ سے آنکھ ملانیکا یہ انجام ہوا ؛ غم ترا مجھکو ملا اور مرا دل تجھکو

وحشت ۔ قدیم خادم بزم شراب ہوں وحشت ؛ نثار شیشہ ہے دل اور سر فدائے قدح

مصرع ثانی اگر یوں کر دیا جائے۔ " نثار شیشہ مرا دل ہے سر فدائے قدح " تو شعر کی کمزوری جاتی رہے۔

حسرت موہانی ۔ ہم تھے بیباک اور وہ محجوب ؛ شب غرض لطف بیحساب اٹھا

دیوان حسرت کے دوسرے اڈیشن میں نقص روانی کو رفع کرنیکی غرض سے یہاں مصرع بدلکر یوں کر دیا گیا ہے۔ " ہم تھے بیباک یار تھا محجوب "

جگر مرادآبادی ۔ غم تمہارا وہ کہ سب کچھ اور پھر کچھ بھی نہیں ؛ دل ہمارا یہ کہ برباد بھی آباد بھی

پہلے مصرع میں " اور " کی جگہ " ہو کے " بنا دیا جائے تو ساری خرابی دور ہو جائے۔

تیسری صورت میں پہلی صورت کی خرابی کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہوا کرتی ہے کہ مصرعے ٹکڑے ٹکڑے ہوتے ہیں اور ہر ٹکڑے کا مضمون ناتمام رہتا ہے مثلاً

سوز ۔ صد شکر یہ داغِ دل افسردہ ہوا اپنا ؛ یہ شعلہ بھڑکتا تو گھر بار جلا جاتا

یہاں پہلے مصرع میں داغ اور دل اور دوسرے مصرع میں بھڑکتا اور تو کو ساتھ ملا کر پڑھنے میں روانی باقی نہیں رہتی۔ یہ بجائے خود ایک عیب تھا اسطرح یہ ہوا

کہ دونوں مصرعے ٹکڑے ٹکڑے ہیں اور دونوں میں پہلے ٹکڑے کا مضمون ناقص رہگیا ہے۔ دوسرے ٹکڑے کو ملائے بغیر پورا نہیں ہوتا۔
شیدایان حسن کلام کو لازم ہے کہ نقص روانی کے مندرجہ بالا ہر سہ اقسام سے حتی الامکان پرہیز کی کوشش کریں۔

(۱۰) نقص روانی قسم دوم خصوصی معہ سوم نقص ضعف خاتمہ

نمبر (۹) میں شعرائے متقدمین سے لیکر متوسطین و متاخرین بلکہ معاصرین تک کے کلام سے مثالیں دی گئی ہیں اُن کو دیکھکر نقص روانی کی حقیقت غالباً ناظرین کے ذہن نشین ہوگئی ہوگی۔ روانی کا یہ نقص جب کسی مصرع کے آخر میں واقع ہوتا ہے تو مزید ناگواری کا موجب ہوجاتا ہے اور ضعف خاتمہ کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔

اسکی مثالیں بھی متقدمین۔ متوسطین۔ متاخرین۔ اور معاصرین کے کلام سے ذیل میں درج کی جاتی ہیں:—

خواجہ میر درد — کون سا دل وہ ہے کہ جسمیں آہ ؛ خانہ آباد تو نے گھر نکیا
میر حسن — شیشہ خالی نہیں ہوتا ہے نہ تھمتے ہیں اشک ؛ کیسے روتے ہیں دل خون شدہ کو بیٹھے ہم
ہوس — قیس آوارہ کی نوبت میں کٹی ساری عمر ؛ پر فلک نے نہ اُسے روئے وطن دکھلایا

جسمیں آہ۔ تھمتے ہیں اشک۔ کو بیٹھے ہم اور ساری عمر۔ میں یونہی روانی کا عنصر مفقود تھا اسپر طرہ یہ ہوا کہ یہ الفاظ مصرعوں کے آخر میں واقع ہیں جس نے اُنکے نقص کو اور بھی نمایاں کردیا ہے۔ ہوس کے شعر میں "ساری عمر" کے بجائے اگر "عمر تمام" لکھدیا جائے تو ضعف خاتمہ کا عیب دور ہوجائے۔

عیشی — دیکھکر عیشی آوارہ کی سرگردانی ؛ بھول جائیگی چلن گردش ایام اپنے
" — میں نے عیشی سے جو پوچھا دل پر خون کا حال ؛ اک صراحی مے گلگون کی بھری دکھلا دی
ممنون — چاندنی مارگئی اس دل زخمی کو رات ؛ پرتو انداز یہ کسکا سرخ پہ نور ہوا

تنہاؔ — صدقے اس کشتے کی ہمت کی کہ وہ بعد از قتل :: ہاتھ سے دے نہ کبھی گوشۂ داماں اپنا
اسیرؔ — عشقبازی کی یہ خو ہے کہ لگی دل پر چوٹ :: چلتے پھرتے جو کوئی صورت زیبا دیکھی
" — لگ گئی چپ سی جو مجھکو سبب اسکا نہیں اور :: بات اتنی ہے کہ وہ بات نہیں کرتے ہیں
انشاؔ — آج عاشق کو ترے تیر میں رکھتے ہیں لوگ :: دفن اک زلزلہ ہوتا ہے زمیں کی تہ میں
غالبؔ — نالہ جاتا تھا پرے عرش سے میرا اور اب :: لب تک آتا ہے جو ایسا ہی رسا ہوتا ہے
" — اس نزاکت کا بُرا ہو وہ بھلے ہیں تو کیا۔ ہاتھ آئیں تو انہیں ہاتھ لگائے نہ بنے
مجروحؔ — دل لگانے کے ہیں اسی سے لطف :: جان سے بھی ہمیں سوا ہے عشق
لطف کے بجائے اگر "مزے" کردیا جائے تو پہلے مصرع سے ضعف تالیف کا عیب جاتا رہے۔
سالکؔ دہلوی — صبر سے سہل گزر جائینگے دن ہجراں کے :: سالک انسان کو لازم نہیں مضطر ہونا
اگر "دن ہجراں کے" کی جگہ "ایام فراق" کردیا جائے تو پہلے مصرع کے ضعف تالیف میں یقیناً تخفیف ہوسکتی ہے۔
داغؔ — میں ہی حیران ہوں اے داغ کہ ہے کیا یہ بات :: وعظ واعظ کہتے میں آتا ہے تبسم مجھکو
پہلے مصرع میں "ہے کیا یہ بات" کی جگہ "یہ بات ہے کیا" ہوتا تو بہتر ہوتا۔
نوحؔ ناروی — صورت نقش قدم مٹ گئے تو کیا حاصل :: اپنے موقع سے ہی دنیا میں اُبھرنا اچھا
وحشتؔ — برنگ سبزہ بیگانہ ہیں ہم آشنائے گل :: ہماری سرفرازی ہے ہماری پائمالی میں
"آشنائے گل" کے بجائے "آشنا گل سے" ہوتا تو ضعف تالیف کا نقص نہ پیدا ہوتا۔
وحشتؔ — کچھ اسطرح سے بگاڑا تھا میں نے اپنا کام :: کہ پھر وہ بن نسکا اور میں بنا نسکا
"اپنا کام" کی جگہ "کام اپنا" کردیا جائے تو پہلے مصرع کی خرابی دور ہوجائے۔
نائلؔ دہلوی — عظمت کعبہ مسلم ہے مگر سجدے میں :: ایک آرام یہ کیا ہے کہ کچھ دور نہیں
عزیزؔ لکھنوی — ہوئی پیمائش راہ محبت بعد مرے جب :: مسافت ایک منزل کی ہے ہر نقش قدم میرا
ظفرؔ گونڈوی — مانا کہ بہت کچھ ہے یہ گرمی حسن شمع۔ اس سے بھی زیادہ ہے سوز غم پروانہ
جگرؔ مرادآبادی — سب ہو گئے اُٹھ اُٹھ کر اکبار نثار شمع۔ پروانوں نے کیا جانے کیا وقت سحر دیکھا
فانیؔ بدایونی — ازل میں خلق ہوئی تھی جو بجلیوں کی روح :: تری نگاہ مری جان بیقرار ہوئی

ا

تبصرہ نہرو رپورٹ

از

جناب شاہ بدر عالم صاحب ایم۔ ایل سی

جو

روزنامہ "مستقل" کانپور مین مسلسل شایع ہوچکا ہے اور اب مسلمانون کے
استفادہ کے لئے کتابی صورت مین رسالہ اردوے معلی کے ساتھ بطور ضمیمہ
شایع کیا جاتا ہے

مرتبہ سید فضل الحسن حسرت موہانی

رئیس المطابع واقع کانپور مین چھپا

اور

دفتر اردوے معلی کانپور سے شایع ہوا

طبع اول ۵۰۰ — سنہ ۱۹۲۹ء — قیمت فی جلد ۴؎

روزنامہ "مستقل" کانپور

ہندوستان کا بہترین ارزاں ترین پرچہ جو ملک کے مشہور سیاسی رہنما سید الاحرار
مولانا حسرت موہانی کی ادارت و نگرانی میں پابندی اوقات کے ساتھ شائع ہوتا ہے
اسکا مطالعہ و خریداری ہر ایک مسلمان کا بحیثیت ایک قوم پرست شہری کی حیثیت سے فرض ہے

روزنامہ مستقل آزادی وطن کا پرجوش علمبردار ہے — روزنامہ مستقل مسلمانوں کے حقوق و مفاد کا سچا محافظ ہے

روزنامہ "مستقل" غریبوں اور مزدوروں کو سرمایہ پرستوں کے شکنجے سے بچانے کے لئے ایک سرگرم سپاہی ہے

روزنامہ مستقل کے ولولہ خیز سیاسی مضامین قوم میں بیداری کی نئی روح پھونکتے ہیں — روزنامہ مستقل میں بہترین علمی و ادبی مضامین نظم و نثر شائع ہوتے ہیں۔

روزنامہ مستقل میں غیر ملکی اخبارات کے پرکیف ترجمہ کا خاص اہتمام ہے۔ — روزنامہ مستقل میں خاص ذرائع سے خبریں بہم پہنچانے کا مکمل اور اعلیٰ انتظام ہے۔

ایک روزنامہ "مستقل" کی خریداری آپکو تمام اخبارات سے بے نیاز کر دے گی۔
اسکو خریدیئے اور اس میں کثرت سے اشتہار دیجئے روزنامہ مستقل میں اشتہار دینا اپنی تجارت میں چار چاند لگانا اور روپیہ دیکر اشرفیاں خریدنا ہیں۔

چندہ سالانہ [illegible] ششماہی [illegible] سہ ماہی [illegible] ماہوار عمر
قیمت فی پرچہ [illegible] اپنے مقامی ایجنٹوں سے خریدیئے۔

منیجر روزنامہ "مستقل" کانپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نہرو رپورٹ اور مسلمان

شاہ بدر عالم ایم۔ ایل۔ سی کا فاضلانہ تبصرہ

لکھنؤ کانفرنس کے بعد سے مسلمانون مین جو باہمی اختلاف رائے پیدا ہوا وہ بڑھتے
بڑھتے نفاق و شقاق اور باہمی بغض و عناد تک پہنچگیا ہے اور جس شدت کے ساتھ
ہر فریق دوسرے پر حملہ آور ہے خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اسکا انجام مسلمانوں کے حق میں کیا
ہوتا ہے۔ ہماری سب سے بڑی بد نصیبی یہ ہے کہ آج سے نہیں بلکہ جب سے ہمنے سیاسات
مین قدم رکھا ہے ہماری ایک جماعت نے دوسری جماعت کی نیتوں پر حملہ کیا ہے
نانکوآپریشن کے دور مین یہ وبا زائد پھیلی اور آج بھی ہم اسی مین مبتلا ہیں۔ آخر
اس سرزمین پر ہندو بھی تو بستے ہیں انمیں بھی تو مختلف الخیال جماعتیں ہیں لیکن
ان میں آپ باہمی تھکا اور بدگوئی کا نام نشان نہ پائینگے ان کے یہاں بھی انتہا
پسند معتدل اور حکومت دوست اشخاص جماعتیں ہیں مگر سب ایک سلسلہ مین مربوط
ہیں۔ جو قومی کام جس جماعت کے ہاتھ انجام پا سکتا ہے وہ اسے انجام دیتی ہے
حد یہ ہے کہ ایک جماعت مسلمانون کی ہمدرد بنی ہوئی ہے۔ اور دوسری ان کی مخالفت
مین سرگرم۔ مگر کوئی دوسرے پر طعنہ زن نہیں ہوتی۔ مختلف اوقات اکثر مسلمان
لیڈروں نے مسلمانوں کی زیادتیوں پر انھیں ملامت کی ہے۔ لیکن کبھی آپنے
اخبارون میں یہ بھی پڑھا کہ کسی بڑے سے بڑے مسلم دوست ہندو لیڈر نے بھی
ہندوں کے مظالم پر ایک کلمہ نفرین کہا ہو خلاصہ یہ ہے کہ انکی تمام جماعتیں ایک ہی

مشین کے مختلف پرزے ہیں کہ ہر ایک اپنے کام میں مشغول ہے دوسرے کی ذمہ داریوں
میں دخیل نہیں ہے مگر مشین سب ہی کی مدد سے چل رہی ہے۔ ہماری حالت اس سے بالکل
مختلف ہے۔ انتہا پسند جماعت سے جو بھی اختلاف کرے اسکا نام سرکار کے خوشامدیوں
کی فہرست میں فوراً درج کر دیا جاتا ہے ہندوں سے میل رکھنے والے ہندو پرست
اور گورنمنٹ سے ملکر کام نکالنے والے غدار قوم کہلاتے ہیں۔ مالوی جی کی
والسرائے سے ملاقات، بردولی ستیا گرہ کا التواء، گاندھی جی کی گرفتاری اور
نان کوآپریشن کی موت یہ کل کے واقعات ہیں۔ مگر آج بھی ہر قوم پرست ہندو کی
نگاہ میں مالوی جی کی وہی وقعت ہے جو پہلے تھی کوئی بھی انہیں غدار نہیں کہہ سکتا
اور آج نہرو رپورٹ کی مخالفت کے جرم میں شوکت علی صاحب کو کیا کچھ کہا جا رہا ہے۔ بہر
یہ جو کچھ عرض کیا گیا بظاہر اصل مسئلہ سے غیر متعلق ہے۔ لیکن کیا کیا جائے کہ حالات کو
دیکھتے ہوئے سب کہے چارہ نہ تھا۔ مسلمان جس رو میں بہے چلے جا رہے ہیں۔ اسکا نتیجہ
اچھا نہ ہوگا سب سے زائد تعجب اس جماعت پر ہے جسے ہندوؤں پر اعتماد اور انکی نیک
نیتی پر کچھ بھروسہ ہے لیکن آل مسلم پارٹیز کانفرنس طلب کرنے والی مسلمان جماعت کی
نیتوں پر شبہہ کرتے ہوئے انھیں ذرا بھی جھجک نہیں ہوتی۔ وہ ایک غیر قوم کو
مسلم حقوق کا امین سمجھنے کو طیار ہیں مگر اپنی ہی قوم کی ایک جماعت کے متعلق
انکو یقین ہے کہ اگر مسلمانوں کو نہرو رپورٹ سے کچھ فائدہ پہونچ رہا ہے تو وہ دیدہ و
دانستہ اس موقع کو ہاتھ سے کھو دیگی اور مسلمانوں کی مختلف الخیال جماعتوں کے
اجتماع سے ناجائز فائدہ اٹھا کر مسلم مفاد کا خون کر دیگی۔ انہیں یقین ہے کہ
ہندو مسلمانوں کے نفع کے لئے اپنے ذاتی اور قومی مفاد سے دست بردار ہو رہے ہیں
لیکن مسلمان ممبران کونسل اپنی ذاتی سہولیت اور الکشن کی آسانیوں کے
لئے مسلم مفاد کا خون کر دینگے۔ نہرو رپورٹ کے موافق اور مخالف اخبارات میں
بہت سے مضامین شائع ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ استدلال کی پوری قوت
اثبات و تردید پر صرف کی جا رہی ہے لیکن یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔

کہ مستقبل صرف ماضی واقعات ہی کا نتیجہ ہوتا ہے وہ کبھی بھی ہمارے استدلالات،
اور قیاس آرائیوں کا تابع نہیں ہوا کرتا - ہمیں نہرو رپورٹ پر غور کرتے وقت
موجودہ اور گذشتہ حالات و واقعات کو پیش نظر رکھنا چاہیے نہ کہ اس نقشے
جو ہمارے دماغوں نے آئندہ کے خیالی اطمینان اور فارغ البالی کے لئے کھینچا ہے
میں پہلے بتا دینا چاہتا ہوں کہ میرا تعلق اس جماعت سے ہے جو مسلمانوں کے حقوق
کے معاملہ میں نہرو رپورٹ سے مطمئن نہیں ہے اور زیر تحریر مضمون کا مقصد یہی ہے
کہ رپورٹ کے جس حصہ سے عام طور پر مسلمانوں کو اختلاف ہے اس پر واقعات کی روشنی
میں نظر ڈالی جائے اور ماضی و حال کی مدد سے مستقبل کے متعلق رائے قائم کی
جائے، جو لوگ اس سلسلہ میں ماضی و حال سے چشم پوشی کرنا چاہتے ہیں وہ یا تو
خود مغالطہ میں ہیں یا دوسروں کو مغالطہ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔۔

ہندو مسلم مفاہمت

تہذیب و تمدن اور معاشرت کی یکسانی وہ چیز ہے جو ایک قومیت پیدا کرتی ہے
ہندوستان میں بسنے والے مختلف مذاہب کے پیرو ہیں اور ان کی تہذیب ان کا تمدن
اور طرز معاشرت بھی الگ ہے اسلئے یہاں حقیقی وحدت قومی موجود نہیں ہے،
اس ملک کے باشندے صرف خیالات اور مذہب ہی میں مختلف نہیں ہیں بلکہ زندگی
کے ہر شعبہ میں وحدت اور یکسانی مفقود ہے - مسلمان اپنے ساتھ اپنی تہذیب
و تمدن لائے اور انکے دور حکومت میں ہندو ان سے اور وہ ہندوؤں سے متاثر
ضرور ہوئے - لیکن اس کمزور انکسار سے ایک تہذیب پیدا نہیں ہو سکی مسلمانوں کی
دور حکومت کی یادگار اردو زبان جو ملک کی وحدت لسانی کا ایک ذریعہ تھی
تعصب کا شکار ہوگئی صرف اسی خیال پر کہ مسلمانوں کو اسکے ساتھ زائد دلچسپی ہے۔

مٹائی جا رہی ہے۔ اور ہندو اسکو کوشش کرکے بھلا رہے ہیں پنڈت مدن موہن مالوی جو آج سے صرف دس بارہ سال پہلے اردو کے زبردست مقرر تھے آج فصیح و بلیغ اردو کے چار صحیح جملے بولنے پر قادر نہیں یہ گویا اس قلبی نفرت کا مظاہرہ ہے جو موصوف کو مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ اسطرح قومیت پیدا کرنے کا واحد ذریعہ ہندوؤں کی جانب سے دیدہ و دانستہ برباد کیا جا رہا ہے۔

یورپ کے مختلف المذہب لیکن متحد النسل باشندوں کو دیکھکر اور انکی خانگی زندگی کو جانچکر آپ کے لئے یہ فیصلہ کرنا ناممکن ہے کہ کون کس مذہب کا پیرو ہے قریب قریب یہی حالت ایجپٹ اور ٹرکی میں بھی نظر آئے گی لیکن ہندوستان کی حالت ان سے بالکل الگ ہے۔ ہندو مسلمان کی تفریق یہاں صورت ہی سے نہیں زبان و لباس اور معاشرت سے بھی صاف نمایاں نظر آئے گی۔ یہاں چار بڑے مذاہب کے پیرو آباد ہیں۔ سکھ تہذیب و معاشرت میں ہندوؤں سے قریب تر ہیں اسلئے عموماً فرقہ وار سوالات میں ان کا رجحان ہندوؤں کی طرف رہا ہے۔ عیسائیت نے ہندوستان میں تھوڑے ہی عرصہ سے قدم جمائے ہیں۔ دیسی عیسائیوں کی تہذیب و معاشرت نیم یوریپین ہے۔ اپنے طریق بود و باش میں وہ ہندو اور مسلمان دونوں سے ممتاز ہیں اسلئے وہ ہمیشہ فرقہ وار معاملات میں دونوں فریق سے علیحدہ رہتے ہیں یہ حالات ہمیں صاف بتاتے ہیں کہ ہندوستان میں ایک قوم آباد نہیں ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہاں فرقہ وار سوال اتنی زائد اہمیت رکھتا ہے اور کوئی دستور اساسی جو فرقہ وار معاملات سے چشم پوشی کرکے ترتیب دیا جائے اسکی ناکامیابی کسی دلیل کی محتاج نہ ہوگی۔ اس ملک میں وہی دستور اساسی کامیاب ہو سکتا ہے۔ جو مختلف اقوام و ملل کو انکے حقوق کے تحفظ کا اطمینان دلا سکے

آرین ذہنیت

آرین قوم نے جب سے ہندوستان میں قدم رکھا ہے ہمیشہ اسکا واحد مقصد اپنا تفوق

قائم رکھنا اور دوسروں کو ہر ممکن طریقے سے فنا کرتا رہا ہے ان کے عہد حکومت کی یادگار ہندوستان کے اصلی باشندے اب تک باقی ہیں جو اچھوت قرار دیئے گئے اور آج آرین قوم محکومیت کے باوجود بھی جو برتاؤ ان اچھوت اقوام کیساتھ کر رہی ہے وہ دنیا کے سامنے ہے - زبانی ہمدردی کے لئے اچھوت ادھار کی بہت انجمنیں قائم کر دی گئیں ہیں لیکن عمل کا خانہ خالی ہے - کیا کبھی آپنے سنا کہ اونچی ذات والی آرین نسل نے اچھوتوں کا سیاسی و عمرانی حق دینے کے لئے کسی ایک موقعہ پر بھی ایثار سے کام لیا ہے، اس نسل کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ جائز یا ناجائز طریقہ سے جس واجبی یا غیر واجبی حق پر قابض ہو جائے ازراہ انصاف یا ایثار کسی طرح بھی اس سے دست بردار نہ ہو بلکہ جتنا بھی ممکن ہو دوسروں کے حقوق غصب کرلے - جب مسلمان حکمران کی حیثیت سے ہندوستان میں داخل ہوئے - تو یہی قوم تھی جس نے انکو ملیچھ قرار دیا اور آجتک اسے اسپر اصرار ہے باوجودیکہ مسلمانوں نے اپنا وطن ترک کر کے ہندوستان کو وطن بنالیا اور انکے ساتھ بہترین سلوک کیا - جو کوئی حکمران قوم کسی محکوم قوم کیساتھ کر سکتی تھی ان کی مذہبی آزادی برقرار رکھی، برہمنوں کی عزت و اقتدار میں فرق نہ آنے دیا تاہم وہ ملیچھ ہی رہے اور رہینگے - اس نسل کا خمیر ہی شکر گذاری کے بجائے احسان فراموشی سے ہوا ہے - انگریزوں کے آنے کے بعد جب سابق حکمرانوں کی، حیثیت بھی محکوموں کی ہوگئی - آرین اقوام کی ذہنیت نہیں بدلی شدھی اور گائے کا مسئلہ کھڑا کیا گیا - اور ایک عرصہ کے بعد جب شدھی کے معاملہ میں، انکو کامیابی ہوگئی اور مسلمان محض ہندوؤں کی خاطر سے اپنی مالی دشواریوں کے، باوجود گائے کے قربانی میں کمی کرنے پر مستعد ہوگئے اور اپنے طرز عمل سے انہوں نے دکھا دیا کہ تعدادی، مالی اور سیاسی کمزوری کے باوجود بھی ان میں ابنائے وطن کے لیئے ایثار کا مادہ موجود ہے - تو ایک تیسرا سوال عین نماز کے وقت مسجد کے سامنے باجا بجانے کا اٹھا دیا گیا اور بزور وقوت مسلمانوں سے

اسکے تسلیم کرانے کی جدوجہد کی جا رہی ہے - اور اگر ہم اپنی غلطی سے ایثار سے کام لیتے رہے اور ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے یکے بعد دیگرے ان کے دعاوی تسلیم کرتے گئے اور اپنے حقوق سے دست بردار ہوتے رہے تو یقین رکھئے کہ یہ سلسلہ مطالبات کبھی بھی ختم نہ ہوگا - حتی کہ ہم اس ملک سے فنا ہو جائیں یا اس سطح پر آ جائیں جس پر اس ملک کے حقیقی مالک اور اصلی باشندے پہونچا دیئے گئے ہیں یہ قیاسات اور تخیلات نہیں ہیں بلکہ ناقابل تردید واقعات ہیں ۔

ہندو مسلم ذہنیت کا فرق

مسلمانوں کے عہد حکومت پر ایک نظر ڈالی جائے ہم اگر چاہتے تو آرین اقوام کے ساتھ وہی برتاؤ کر سکتے تھے جو خود انہوں نے اپنے پیشروؤں کے ساتھ کیا تھا، لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا، ہندوؤں کے لئے ترقی کا دروازہ کھلا رہا تو اکثر بڑے بڑے انتظامی، مالی اور فوجی عہدوں میں ان کا کافی حصہ رہا - اورنگزیب جیسے بدنام بادشاہ کے عہد میں بھی ہندو بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز تھے، اور مندروں - اور مہنتوں کے لئے جاگیریں عطا ہوتی تھیں - غدار اور دشمن وطن سیوا کے ساتھ اس نام نہاد متعصب بادشاہ نے بار بار جس شرم اور مہربانی کا برتاؤ کیا ہے وہ صفحات تاریخ میں روشن ہے - آج بھی اس ملک کے طول و عرض میں بہت سی ہندو اور مسلمان ریاستیں ہیں کہ ایک مسلمان ریاست کا بھی نام لیجئے جہاں ہندوؤں کے ساتھ غیر منصفانہ برتاؤ کیا جا رہا ہو مگر وہ ایک کو مستثنیٰ کر کے باقی ہندو ریاستوں کی مسلم آبادی کی داستان مصائب ناگفتہ بہ ہے

مسلمانوں کی اطمینانی بیجا نہیں ہے

ان حالات ماضی و حال کو دیکھنے کے بعد اگر مسلمان دو چند سربرآوردگان کے علاوہ

باقی تمام مسلمان مستقبل کے متعلق متردد ہیں تو کیا بیجا ہے۔ جس قوم کی ذہنیت صدیوں کے دور حاکمیت و محکومیت میں متغیر نہیں ہوئی ہے۔ اگر آج ہمکو اسکی طرف سے شکوک و شبہات ہیں تو کیا محل تعجب ہے اور اگر ایسی خود غرض اور تنہا خور قوم کے دل خوش کن وعدوں اور شاندار الفاظ پر ہمیں بے اعتباری ہے تو کون دانشمند منصف مزاج ہمیں قابل الزام قرار دے سکتا ہے۔ یہ حالات اور واقعات ایسے نہیں ہیں جو کسی ہوشمند مسلمان سے مخفی ہوں۔ ہندوؤں کی طرف سے معاہدات کار برآری کے بعد جسطرح توڑے جاتے ہیں اسکی ایک واضح اور بین مثال، ڈسٹرکٹ بورڈوں میں مسلمانوں کی تعداد نمائندگی ہے جو ۲۰ فیصدی سے ہوئی تھی لیکن مسٹر چنتامنی اور انکی پارٹی ڈسٹرکٹ بورڈوں میں مسلمانوں کو ۱۵ فیصدی سے زائد حقوق دینے پر کسی طرح تیار نہیں ہوئی باوجودیکہ مسلمانوں نے بار بار معاہدہ کا حوالہ دیا اور بالآخر مایوس ہو کر متفقہ طور سے اجلاس کونسل سے اٹھ آئے۔ خود نہر و رپورٹ کے متعلق بھی ان کی کششیں ابھی سے ظاہر ہوتی جا رہی ہیں۔ پنجاب میں قانون انتقال اراضی اور قانون قرضہ داران دو ایسے قانون رائج ہیں جنسے مسلمان کو کسیقدر فوائد حاصل ہیں اور سود خوار بنئے اور مہاجن ان کے بدن سے " خون کا آخری قطرہ نہیں نچوڑ سکتے "

اس قانون سے ہندو کاشتکار فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ لیکن مہاجنوں کی یہ محرومی ان کے ہمقوموں سے دیکھی نہیں جاتی۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ اس قانون نے مسلمان کاشتکار کو مہاجن کے دست ستم سے محفوظ کر دیا ہے کہ نہر و رپورٹ میں شخصی حقوق و املاک کے تحفظ کے لئے ایک سادہ اور بے ضرر دفعہ رکھی گئی ہے اور غالباً اس دفعہ کو زمینداروں کو مطمئن کرنا اور بالشویزم کی روک تھام مقصود ہے۔ لیکن سائمن کمیشن کے سامنے بیان دیتے ہوئے۔ پنڈت نانک چند سکریٹری نیشنل ریفارم کمیٹی اس دفعہ سے ان قوانین کی تنسیخ کی امید باندھتے ہیں۔ نہرو رپورٹ ابھی نافذ نہیں ہوئی ہے اور مسلمانوں کی غالب اکثریت نے اسے تسلیم بھی نہیں کیا ہے۔ ہندو چند مسلمانوں کے

ذریعہ سے عامۂ مسلمین کو یہ باور کرا کے کہ رپورٹ ان کے لئے بہت نفع مند ہے
ان سے اسپر مہر تصدیق ثبت کرانا چاہتے ہیں۔ لیکن ابھی سے مسلمانوں کے مقابل
ہندؤں کے منافع جو اس رپورٹ میں مضمر ہیں جوش میں زبانوں پر کبھی آتے جا رہے ہیں
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

عقل سے کام لیا جائے تو اس ایک بیان سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ دلوں کے اندر
کیا ہے۔ اور اگر مسلمانوں نے نہرو رپورٹ کو منظور کرلیا تو حریف اسکے الفاظ کو کیا معنی
پہنائینگے۔

مسلمانوں کے حقوق زائد ہیں

مسلمان اپنے تعدادی حقوق سے زائد کے طالب ہیں۔ ہندؤں کو یہ ناگوار ہوتا ہے
خیر اسکا شکوہ نہیں اسلئے کہ ان کی تنگدلی اوراق تاریخ پر ثبت ہے ان سے فیاضی
اور فراخدلی کا جرم انکی ساری تاریخی عمر میں ایکبار بھی سرزد نہیں ہوا۔ لیکن تعجب
تو یہ ہے۔ کہ ہمارے بعض مسلمان دوستوں کو بھی اس مطالبہ پر حیرت ہوتی ہے۔ اصل یہ ہے
کہ اصلاحات اپنی قوت بازو سے حاصل نہیں کی جا رہی ہیں انگریزوں سے مانگی
جا رہی ہیں۔ نہرو کمیٹی کا موجودہ طرز عمل ہی ابھی صاف طور پر یہی ہے۔ قانونی حیثیت
سے ارکان کمیٹی کمیشن کے سامنے شہادت دینے حاضر نہیں ہوئے لیکن عملی حالت
یہ ہے ان کو جو کچھ شہادت دینا تھی وہ قلمبند کر کے انھوں نے کمیشن کے سامنے
پیش کردی ہے زبان سے کمیشن کا مقاطعہ ہے لیکن قلم موالات کر رہا ہے۔ غرض
ہر جماعت اور ہر فریق اجتماعی طور پر سارا ملک اپنے حقوق انگریزوں سے مانگ رہا ہے
اس سلسلہ میں جس فریق کے حقوق زائد ہیں وہ قدرتًا زائد کا طلبگار ہوگا۔
انگریزوں کے مقابلہ میں ہم اور ہندو ایک سطح پر نہیں ہیں۔ انگریزوں نے
ملک کا اکثر حصہ ہم سے فتح کر کے نہیں بلکہ از روئے معاہدات حاصل کیا ہے ان میں سے
اکثر معاہدات میں مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ کیا گیا ہے۔ اور سلطنت میں انکا
حصہ قائم کیا گیا ہے۔ ہمارے اسلاف نے اگر ان حقوق کا مطالبہ نہیں کیا

تو ضروری نہیں ہے کہ ہم بھی خاموش رہیں۔ ہمارے صوبہ کا ہی بیشتر حصہ جو آئین ہے کہلاتا ہے۔ از روئے معاہدات انگریزوں کے قبضہ میں گیا ہے۔ ہندو رعایا کی حیثیت انگریزوں کی ماتحتی میں آئے۔ وہ پہلے بھی محکوم تھے محکوم ہے ان کی حیثیت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ صرف ان کے آقاؤں کا تبادلہ ہو گیا۔ ہم سابق حکمرانوں کے معاہدات کے ذریعے سے انگریزوں کی رعایا قرار پائے۔ اور ان کا قبضہ فاتح کی حیثیت سے کم اور جانشین کی حیثیت سے بیشتر ہوا ہے۔ اس حالت میں اگر ہم اپنی تعداد سے زائد کے طالب ہیں تو یہ کوئی ناانصافی یا حق تلفی نہیں ہے جس پر ہندوؤں کی جانب سے ناگواری اور چند مسلمانوں کی جانب سے حیرت کا اظہار کیا جائے ہو سکتا تھا کہ ہم اپنے ان زائد مطالبات سے دستبردار ہو جاتے۔ لیکن ہندوؤں کی روش ہمکو اس پر مجبور کرتی ہے کہ ہمارے بزرگوں نے ہمارے تحفظ کے لئے جو سامان کیا تھا اگرچہ ہم اب تک اس سے پوری طرح متمتع نہیں ہوئے۔ لیکن اب جو ممکن فائدہ ہم انکی عاقبت بینی سے اٹھا سکتے ہوں اسکو ہاتھ سے نہ دیں۔ ان معاہدات کی تفتیش و تلاش کی طرف ابتک مسلمان تاریخ والوں نے بہت کم توجہ کی ہے۔ ضرورت ہے کہ اس قسم کے معاہدات کی مکمل تحقیقات کی جائے اور یہ دیکھ لیا جائے ہمارے بزرگوں نے کن کن صوبوں میں کیا کیا۔ تحقیقات ہمارے لئے کرتے تھے ہمیں امید ہے کہ ہمارے دوست ڈاکٹر شفاعت احمد خان صاحب اس اہم معاملہ کی جانب بھی توجہ فرمائینگے۔

نہرو کمیٹی کا طرز عمل

نہرو کمیٹی نے ابتدا ہی سے جو طرز عمل اختیار کیا ہے وہ مسلمانوں کے قلوب میں شک اور بے اعتمادی پیدا کرنے والا تھا۔ ضرورت اسکی تھی کہ مسلمانوں کا اعتماد حاصل کیا جاتا ہے اور ان کو اطمینان دلایا جاتا کہ ان کے حقوق کا

لحاظ رکھا جائے گا - لیکن اسکے برخلاف کمیٹی میں متعدد ایسے ہندو داخل
کئے گئے جو مسلمہ طور پر ہر اسلامی مفاد کے مخالف بلکہ دشمن ہیں - لیکن مسلمان
ارکان چھانٹ کر ایسے تجویز کئے گئے جو پہلے ہی سے پنڈت جی کے ہم رائے
تھے۔ مسٹر شعیب قریشی کا داخلہ بمشکل کیا بھی گیا تو ان سے سرد مہری برتی گئی
اور ناروا برتاؤ کیا گیا اور جن تحفظات کے واضح وعدہ کے بعد انہوں نے رپورٹ
پر دستخط کئے تھے ان کی واپسی کے بعد عمداً ان کو رپورٹ میں شامل نہیں
کیا گیا - اور ان کے دستخط شائع کر دیئے گئے - کمیٹی کے نام انہوں نے جو
استعفائی تحریر روانہ کی ہے اسکے الفاظ خود شاہد ہیں کہ مسلمانوں کے معاملہ
میں انکے قلب پر کمیٹی کے طرز عمل کا کیا اثر ہے - علیحدگی سندھ کے معاملہ میں
کمیٹی نے جو طرز عمل اختیار کیا - اسکے متعلق میں خود کچھ نہ لکھونگا - ایک ایسے
روزنامہ کا سب ایڈیٹوریل نقل کر دینا کافی ہے - جو لکھنؤ کانفرنس کی
تائید میں بہت سرگرم ہے - اور سر مہاراجہ صاحب محمود آباد کا حق نمک
اسطرح ادا کر رہا ہے کہ اسے اسقدر بھی احساس باقی نہیں ہے کہ اسکی پچھلی
سابق اور حال کی تحریروں میں کتنا تعارض ہوتا جا رہا ہے - وھو ہذا
"مسلمانوں نے جو مطالبات ملکی لیڈروں کے سامنے پیش کئے تھے اور جو
اس بنیاد پر مرتب کئے گئے تھے کہ ان کی منظوری کی صورت میں وہ جداگانہ
نیابت کے حق سے دستبرداری پر آمادہ ہو سکتے ہیں ان کے متعلق مسٹر
جناح نے صاف صاف اعلان کر دیا تھا کہ ان میں کوئی کمی بیشی قابل
قبول نہ ہوگی - مجلس عاملہ کانگریس نے بمبئی میں اور اس کے بعد کانگریس
نے اپنی سالانہ اجلاس مدراس میں ان مطالبات کو قبول کر لیا تھا اور آل
پارٹیز کانفرنس کے اجلاس دہلی میں ان شرائط کے ذیل میں علیحدگی
سندھ کا مسئلہ بھی طے پا گیا تھا - نہرو کمیٹی کی رپورٹ میں بھی علیحدگی
سندھ کی سفارش کی گئی - مگر اس تجویز کو مشروط حیثیت کا پابند کر دیا

گیا اور یہ شرط لگا دی گئی کہ سندھ اپنے جداگانہ انتظامی اخراجات کا بوجھ اٹھا سکے۔ اسی مالی پہلو کی تحقیقات کے لئے ایک کمیٹی آل پارٹیز کانفرنس کی طرف سے گذشتہ مارچ میں مقرر ہوئی تھی لیکن مارچ سے آواخر اگست تک وہ بالکل خاموش رہی اور جب نہرو کمیٹی کی رپورٹ شائع ہو چکی تو آل پارٹیز کانفرنس لکھنؤ کی تاریخ انعقاد سے ایک دن قبل ۲۷ اگست کو اس نے اپنی رپورٹ شائع کر دی جسمیں صاف صاف لکھدیا کہ مالی حیثیت سے یہ علحدگی سخت نقصان رساں ہوگی،،

آل پارٹیز لکھنؤ میں سندھ کے متعلق وہاں کے ہندو مسلم نمائندوں میں سمجھوتہ ہونے کے بعد یہ طے کیا گیا ہے کہ نہرو کمیٹی کے مرتبہ دستور اساسی کا عمل درآمد شروع ہوتے ہی سندھ کو علیحدہ کر دیا جائے۔ لیکن اگر مالی حیثیت سے وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل نہ ہو تو پھر اس معاملہ کو صوبہ کے باشندوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ اور اگر اکثریت زائد مصارف کا بوجھ اٹھانے پر آمادہ ہو تو اسکو علیحدہ کیا جائے۔ لیکن اب کانفرنس کی تجویز سندھ پر جو خیال آرائیاں ہو رہی ہیں ان سے اندیشہ پیدا ہوتا ہے کہ آگے چلکر بعض سابق مواقع کی طرح لفظ اکثریت کی جامعیت سے یہ فائدہ بھی اٹھایا جا سکتا ہے کہ مسلم اکثریت اور ہندو اکثریت کی بحث پیدا کی جائے اور یہ عذر کیا جائے کہ سندھ میں مسلمان زیادہ ہیں اس لئے سندھ کے اکثریت کے معنی مسلم اکثریت ہو سکتے ہیں اور صرف ایک فرقہ کی رائے تصفیہ کے لئے کافی نہیں ہو سکتی۔ غرضکہ چالاکیوں سے ہر چیز میں حسب منشا مطلب گنجائش پیدا کی جا سکتی ہیں اور فریب اکثر وقتی طور پر کامیاب ہو سکتا ہے۔ لیکن اصول یہ ہے کہ معاہدہ کی اسپرٹ کو باقی رکھا جائے اسلئے اگر یہ اسپرٹ باقی نہ رہی اور اسطرح کی پر فریب کارروائیوں سے ان شرائط کو مجروح کیا گیا جسکی بنا پر مسلمانوں نے نیابت جداگانہ کے

حق سے دست برداری قبول کی ہے۔ تو ہم لیڈران قوم کو متنبہ کر دینا چاہتے
ہیں کہ ساری کوششیں ایک دن میں رائگان ہو سکتی ہیں۔ ہمدم مورخہ ۱۴ ستمبر ۲۸ء
رپورٹ اصولاً علیحدگی سندھ کو تسلیم کرتی ہے اور سندھ کو بمبئی کے ساتھ کوئی
مناسبت اسے نظر نہیں آتی ہے۔ تاہم جب سندھ کے مسلمان اس معاملہ کو
اسمبلی اور مجلس قانونی بمبئی میں اٹھاتے ہیں تو پنڈت موتی لال نہرو پارٹی
لیڈر کی حیثیت سے ارکان سوراج پارٹی کی تحریک کے خلاف صرف اس
رسمی عذر کی بنا پر ہدایات دیتے ہیں کہ رپورٹ کی ایک دفعہ یہ بھی ہے کہ تمام
مطالبات ایک ساتھ قابل قبول ہونگے۔ انکا تجزیہ نہ ہو سکے گا۔ سندھ
کی علیحدگی کا معاملہ قدیم ہے۔ ایک عرصہ سے اس سلسلہ میں جد و جہد جاری ہے
کیا اگر گورنمنٹ نہرو رپورٹ کو تمامہ منظور نہ کرے تو ہمکو اس قسم کے صریحی اور مسلمہ
حقوق سے دست برداری کرنا ہوگی۔ اور کیا اس دفعہ کا یہ مطلب ہے کہ مسلمان صوبہ
سرحدی و بلوچستان میں اصلاحات کے اجرا اور سندھ کی علیحدگی کے مطالبات
سے اسوقت تک کے لئے خاموشی اختیار کریں جبتک گورنمنٹ نہرو رپورٹ کو،
حرف بحرف تسلیم کرے۔ مسلم لیگ کا مطالبہ تو یہ تھا کہ مسلمان جداگانہ انتخاب سے
اس شرط کے ساتھ دست بردار ہونگے۔ کہ ان کے چند مطالبات تسلیم کر لیے جائیں
لیکن رپورٹ اسکے بالکل برعکس کہتی ہے کہ مسلمان اپنے مطالبات میں کامیابی
کے اسوقت سے حقدار ہونگے۔ جبکہ نہرو کمیٹی کے کل مطالبات گورنمنٹ کے جانب
سے تسلیم کر لیے جائیں۔ رپورٹ میں یہ صاف صاف درج ہونا چاہیئے تھا کہ
جداگانہ حلقہ ہائے انتخاب اسی وقت توڑے جا سکتے ہیں جبکہ مسلمانوں کے
کل مطالبات تسلیم کر لیئے جائیں۔ لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ تاہم مولانا ابوالکلام
آزاد کو یہ کہنے میں تامل نہیں ہے کہ نہرو رپورٹ نے اصولاً مسلم لیگ کے تمام
مطالبات تسلیم کر لیئے ہیں اور مسلمانوں کے دعاوی اور نہرو رپورٹ میں عملاً
کچھ فرق نہیں ہے۔ آخر میں نہایت افسوس کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے "

کہ ہمارے بعض وہ احباب جو نہرو رپورٹ کے موید ہیں۔ اس سلسلہ میں غلط بیانی اور کذب صریح کو بھی روا رکھتے ہیں۔ کسی غریب مسلمان اخبار نویس نے داعیان آل پارٹیز کانفرنس کے جمعیۃ تبلیغ الاسلام کو مدعو کرنے پر اعتراض کیا تھا۔ مولوی عبدالرزاق صاحب ملیح آبادی اپنے ایک مضمون میں اُسکے جواب مین تحریر فرماتے ہین "پھر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ کانفرنس میں جمعیۃ تبلیغ الاسلام کو مدعو کرنے سے استدلال کس قاعدہ پر مبنی ہے کیا اس سے مقصود یہ ہے کہ کانفرنس کو اس موقع پر تمام مذہبی انجمنوں اور مشنوں کو بھی مدعو کرنا تھا؟ یعنی تبلیغ الاسلام۔ شدھی سبھا آریہ سماج، دیو سماج، برہمو سماج، بائیبل سوسائٹی۔ امریکن مشن۔ جرمن مشن، وغیرہ وغیرہ انجمنیں بھی اس کام میں ہونی چاہئیں" (ہمدم مورخہ ۲۸ر اکتوبر ۲۸ء) مولوی صاحب موصوف نے اپنے مضمون میں سر برآوردہ مخالفین کو نام بنام گنا کر ان کی طرف غلط بیانی، صریح جھوٹ اور کذب و افترا کا انتساب فرمایا ہے اور پھر خود اپنے اسی مضمون مین غلط بیانی کی جو جرات فرمائی ہے وہ قابل داد ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ آریہ سماج سبھا نہ صرف یہ کہ آل پارٹیز کانفرنس مین مدعو کی گئی اور اس نے شرکت کی بلکہ فہرست نمائندگان مین اسکا نام کانگریس اور لبرل لیگ کے ساتھ ملکی اور سیاسی مجالس مین درج کیا گیا درانحالیکہ مسلم لیگ اور خلافت کمیٹی کا اندراج فرقہ وار مجالس میں کیا گیا ہو (ملاحظہ ہو فہرست مدعوین آل پارٹیز کانفرنس مرتبہ سکریٹری کانسٹیٹیوشن کمیٹی مندرجہ ہمدم مورخہ ۱۲ نومبر ۲۸ء)"

مخلوط حلقہ ہائے انتخاب

مخلوط حلقہ ہائے انتخاب سے مسلمانوں کے لئے جو قومی مضرتیں متصور ہین انکو مین اپنے پمفلٹ واحد حل (مورخہ ۵ ر ستمبر ۲۸ء) میں تفصیل کیساتھ ظاہر

کر چکا ہون۔ مختصر اً عرض ہے کہ جن صوبہ جات مین ہندوں کی فیصلہ کن اکثریت ہے (جیسا کہ تمام اول صوبون کی حالت ہے جہان مسلمان اقلیت مین ہین) وہان مسلمانون کے متحد نمائندے ہندوں کی مرضی کے بغیر کیونکر منتخب ہوسکین گے ایک نالائق اور ناکارہ مسلمان کونسل مین انکا نمائندہ بنکر جاسکے گا بغیر اسکے کہ مسلمان بھی ووٹ دے اور قابل سے قابل مسلمان اگر تمام مسلم ووٹران ہی اسکی تائید کریں تو کونسل تک نہ پہونچ سکے گا۔ اسطرح ہمارا ہر نمائندہ ہندوں کے زیر اثر رہنے پر مجبور ہوگا۔ اور ان کا ہر نمائندہ ہمسے بے نیاز مخلوط حلقہائے انتخاب کے مویدین کی جانب سے ابتک کوئی ایسی بات نہین کہی گئی ہے جس سے ان شکوک وخطرات کا ازالہ ہوسکے مولوی عبد الرزاق صاحب اڈیٹر "پیغام"، کلکتہ اپنے پر جوش جذبات مضمون مطبوعہ ہمدم مورخہ ۱۷ اکتوبر ۲۸ء میں اس اعتراض کا جواب صرف لفاظی اور طلاقت لسانی کے ذریعہ دینا چاہتے ہین۔ یہ شبہات جو پیش کیے جاتے ہین خیالات اور اوہام نہیں ہین۔ واقعات ہین جو پیش آچکے ہین اور پھر پیش آئیں گے۔ مولانا ہم لوگوں کے اعتراض کی وقعت کم کرنے کے لئے اسکا تذکرہ ان الفاظ مین فرماتے ہین

"یقیناً قارئین حیرت سے سوال کرینگے کہ مسلمانوں کا عقل عام کیونکر ہوگیا؟ حالانکہ مسلمانوں کو ان کی امید سے زائد حق دیدیئے گئے ہیں؟ اس سوال کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ مسلمان اپنی جہالت بدنظمی بے حمیتی کی وجہ سے ان حقوق سے فائدہ نہیں اٹھائینگے۔ ہندو ان کے دل دماغ اپنی ہوشیاری اور دولتمندی کی وجہ سے خرید لینگے اور اسطرح مسلمانون کو برباد کرڈالینگے خود اپنی ذات پر بے اعتمادی۔ دوسرے پر بے اعتمادی اپنی بے حمیتی کا اعلان۔ خودداری سے محرومی کا اعتراف یہ ہے اُن کے جواب کا لباب" (روزنامہ ہمدم ۲۷ اکتوبر ۲۸ء)

یہ صحیح ہے کہ کسی تعلیم یافتہ مسلمان کے متعلق ہمیں اس قسم کے شبہات نہ کرنا چاہیئے لیکن بہت ممکن ہے اور آرین ذہنیت کو دیکھتے ہوئے غیر متوقع بھی نہیں ہے کہ کوئی نا خواندہ مفلوک الحال اور ہندو مہاجن کا مقروض مسلمان کسی مسلم نشست کا امیدوار بنا دیا جاوے اور مسلمانوں کی مکمل مخالفت کے باوجود وہ منتخب ہو جائے اور پھر تین سال تک ہندو اُس سے اپنی مرضی کے مطابق کام لیتے رہیں۔ خیالی دنیا سے الگ ہو کر سنجیدگی سے غور کیا جائے تو مسلمانوں کے نقطہ نظر سے یہ صورت سراپا خطرات سے پر ہے اسلئے اگر ہندوؤں کی خاطر مخلوط حلقہ ہائے انتخاب منظور ہی کرنا ہیں تو مسلمان امیدواروں پر ایسی پابندیاں ضرور عائد ہونا چاہئیں جو مسلمانوں کی مرضی کے خلاف انتخاب کو ناممکن بنا دیں مثلاً ہر مسلمان امیدوار کے لیے یہ ضروری قرار دیا جائے کہ مسلم ووٹوں کی ایک معین تعداد حاصل کرے ورنہ اسکا انتخاب ناجائز قرار دیا جائے اگرچہ ہندو ووٹوں کو ملا کر وہ کثرت رائے کا مالک ہو۔ ہندوؤں کی نیت اگر نیک ہے۔ تو انکو اس قسم کی قیود پر کوئی اعتراض نہ ہونا چاہیئے جو صرف مسلم نمائندگان پر عائد کی جائیں۔

تحفظ نشست

عرصہ دراز تک ہندوؤں کے طرز عمل کو دیکھنے کے بعد مسلمان کو جداگانہ حلقہائے انتخاب کے ذریعے فرقہ وار نشستوں کے تحفظ کی ضرورت محسوس ہوئی تھی اور ایک زبردست اور طویل جد و جہد کے بعد مسلمانوں کو اسمیں کامیابی حاصل ہوئی جب وقت تک مخلوط حلقہائے انتخاب بلا تحفظ نشست قائم تھے جن حلقوں میں ہندو اکثریت تھی وہاں سے ایک مرتبہ بھی کوئی مسلمان منتخب نہیں ہو سکا اور مسلمانوں کو مجبوراً اپنے جداگانہ حقوق قائم کرانا پڑے جب سے فرقہ وار حلقہائے انتخاب قائم ہوئے مسلمان ہی کونسلوں تک پہونچنے لگے۔

اور اکثریت کی طرف سے ان کی جو حق تلفی کی جا رہی تھی اس پر اعتراضات شروع ہوئے اور ہندوؤں کو مسلمانوں کے غضب شدہ حقوق کا کچھ حصہ جا بجا واپس کرنا پڑا یہی وجہ ہے کہ انتخاب کا یہ طریقہ انکو ہمیشہ ناپسند رہا۔ اور چونکہ انکے نزدیک حب وطن اور قوم پروری یہی ہے کہ سلطنت کے تمام منافع خالص ہندوں کے لئے ہوں اور مسلمانوں کا انکے منافع میں حصہ دار ہونا اپنے حقوق کا دعوےٰ کرنا اصول قومیت کے خلاف ہے۔ اسلئے ہندوں کی طرف سے ہمیشہ جداگانہ حلقہ ہائے انتخاب اور تحفظ نشست کے خلاف شورش کی گئی ہے ہندو چاہتے ہیں کہ مسلم مفاد ان کے ہاتھوں آزادانہ پامال ہوتا رہے اور اسکے خلاف کوئی صدائے احتجاج بلند نہ کیجائے اسی اصول کے ماتحت وہ اسے روا رکھتے ہیں کہ جو شعبہ بھی انکے زیر اقتدار آجائے اسمیں ہندوؤں کا اجارہ قائم ہوجائے اور مسلمانوں کے لئے اسکے دروازہ بالکل بند کردیئے جائیں لیکن اگر مسلمان اس طریقہ کار کے خلاف احتجاج کریں اور اپنے جائز حقوق کا مطالبہ کریں تو علانیہ ان پر فرقہ پسندی اور وطن وقومیت کی دشمنی کا الزام عائد کیا جائے۔ غرض وہ خود اپنے فرقہ کے لئے جائز اور ناجائز طریقوں سے جتنے فوائد بھی حاصل کریں سب عین پاس وطن وقومیت ہے اور ہم اگر اپنے جائز حقوق کا مطالبہ زبان پر لائیں تو اتنے ہی جرم پر فرقہ پرست اور دشمن ملک وطن قرار دیئے جائیں۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

ابتدا ہی سے ہندو اس خیال میں تھے کہ جداگانہ نیابت کا سلسلہ موقوف ہونا چاہیئے نان کو آپریشن کا طوفان ختم ہوتے ہی ہندوں نے معمولی معمولی باتوں پر خود چھیڑ چھاڑ کر مسلمانوں سے مبارزطلبی شروع کر دی اور ملک کے اس سرے سے اس سرے تک خانہ جنگی کا ایک طوفان بے تمیزی برپا کر دیا،،

ابتداء میں یہ خیال کیا گیا کہ دوران تحریک نان کوآپریشن میں جو سطحی اتحاد بین
الفرق پیدا کر دیا گیا تھا یہ اُسی کا ردعمل ہے یا مسلمانوں کے مقابلہ میں مسلح
مظاہرہ قوت، لیکن جب پارلمنٹری کمیشن کی سن گن ہوئی تو صاف واضح ہو گیا
کہ اس سارے کشت و خون کا مقصد اصلی جداگانہ نیابت کی تنسیخ تھا ہندو لیڈروں
نے پکار پکار کر کہنا شروع کیا کہ تمام فرقہ وار فسادات کی اصلی بنا د جداگانہ نیابت ہے۔
فتنہ و فساد برپا کریں خود اور اُسکا سبب قرار دیں مسلمانوں کی دادرسی کو،

وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا کیا دوسرے الفاظ میں اسکا مطلب یہ نہیں ہوا
کہ جب تک مسلمانوں کو اُنکے حقوق ملتے رہیں گے۔ اور جب تک ہندوں کے
دست ستم سے ان کا تحفظ کیا جائیگا۔ ہندو اسیطرح فتنہ فساد اور کشت خون
کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔ مسلم لیگ نے مشترک حلقہا ے انتخاب،،
ہندوؤں کی خاطر سے تسلیم کرنے کے بعد بھی تعین نشست کا حق مسلمانوں کے لئے
محفوظ رکھا تھا۔ لیکن نہرو رپورٹ اس معاملہ میں بھی ہندوؤں کی تسکین قلب کو ضروری
سمجھتی ہے۔ اور جن صوبوں میں مسلمانوں کی تعداد ۱۵ فیصدی سے کم ہے وہاں صرف
۱۰ سال کے لئے ان کی نشستیں تناسب آبادی کے لحاظ سے محفوظ قرار دیتی ہے،
اور اُسکے بعد یہ حق خود بخود منسوخ ہو جائیگا۔ جیسا کہ اوپر عرض کیا جا چکا ہے،
مسلمان صرف نمود و نمائش اور اپنی جداگانہ ہستی کے اظہار کے لئے اس حق
کے خواستگار نہیں ہیں بلکہ ہندوؤں کے طرز عمل سے تنگ آکر مجبوراً ان کو یہ
روش کو اختیار کرنا پڑی ہے۔ آرین نسل جسکی نفسیت صدیوں کی حاکمیت اور
محکومیت کے دور میں غیر متغیر رہی ہے۔ اس سے یہ کیا دس صدیوں میں بھی
توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اپنا طرز عمل بدلیگی۔ اور جب تک ہندوؤں کی یہ
جارحانہ روش برقرار ہے۔ مسلمان کبھی بھی اپنے حق نیابت جداگانہ سے،
دستبردار نہیں ہو سکتے۔ مصنفین نہرو رپورٹ اس سلسلہ میں زائد سے زائد
یہ لکھ سکتے تھے کہ جداگانہ نیابت اس وقت تک جاری رہیگی۔ جبتک کہ

اقلیتین اُسکی ضرورت سمجھتی رہین اور اسی ضمن مین انہیں اکثریت کو مشورہ دینا چاہیئے تھا کہ وہ اپنے طرز عمل سے اقلیت کا اعتماد حاصل کرین کہ وہ اس تحفظ کی ضرورت نہ سمجھے اور خود اپنے اس حق سے دست بردار ہو جائے ،، موید ین نہرو رپورٹ کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ یہی اصل ہندو اقلیتون کے لیے بھی نافذ ہوگی اسلیئے رپورٹ انصاف پر مبنی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہندوون کے ساتھہ یہ برتاؤ کہان ہوگا ان صوبون مین جو ابھی عالم وجود مین نہیں آئے ہین صرف ان مصنفین کے دماغ مین ہین اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ گورنمنٹ صوبہ سرحدی اور بلوچستان مین اصلاحات کے اجرا اور سندہ کی علیحدگی کو منظور کر لیگی تب بھی یہ غور طلب ہے کہ ہندوون کی کتنی تعداد اور کتنے صوبون مین اسکا اثر پڑیگا۔ اور مسلمان کتنے صوبون اور کس تعداد مین اسکا ضرر برداشت کر لینگے۔ اسکے علاوہ ان تینوں خیالی صوبون مین ہندو اقلیت مین ہونے کے باوجود سلطنت کے قریب قریب کل منافع پر قابض ہین۔ مسلمانونکو اپنے حقوق واپس لینے اور اقلیت کو اسکی صحیح جگہہ پر پہونچانے کے لئے کافی وقت درکار ہوگا اسکے بعد ہندوؤن کے لیئے کسی خطرہ کا سوال درپیش ہوگا۔ لیکن ہندوستان کے موجودہ صوبونمین جہان باستثنائے پنجاب و بنگال مسلمان اقلیت مین ہین ، ایک عرصہ دراز سے ان پر مظالم ہو رہے ہین۔ اور انکے ساتھہ ناانصافی کی جارہی ہے اس لئے ہندوون کی طرح مسلمانونکے لئے مدتون کے بعد پیش آنے والے خطرہ کا سوال نہیں ہے بلکہ انکی مضرت رسانی کا سلسلہ جاری ہے۔ جس کے دفعیہ کے لئے مسلسل جد وجہد کی ضرورت ہے۔ اگر نشستین مخصوص نہ ہو تو ہندو اکثریت ایک مسلمان کو بھی مجالس واضع قوانین تک پہنچنے نہ دے گی۔ اور اسطرح اپنے غصب حقوق کی عادت جاریہ کو بروئے کار لاتی رہیگی۔ مسلمانون کی جانب سے صدائے احتجاج بھی بلند نہ ہو سکیگی۔

افسوس ہے کہ نہرو رپورٹ کے موید ین سادہ لوحی سے یا دیدہ و دانستہ تمام خطرات

کی طرف سے آنکھیں پھیر لینا چاہتے ہیں اور اگر انکو متوجہ کرے اور چونکانے کے لئے کہا جاتا ہے کہ وہ "مسلمان خطرہ میں ہیں" تو تکنے والوں کی اس برمحل پکار کو صدائے بے ہنگام قرار دیتے ہیں۔ بحمد اللہ کہ عامۃ المسلمین اتنے کافی مآل اندیش ہیں کہ اپنے نیک و بد کو خود بہتر سمجھتے ہیں اور پروپیگنڈا کے ذریعہ سے ان کا کافی اطمینان کئے بغیر محض قوم و وطن کے نام پر چند بڑی بڑی ہستیاں ان کو خطرات میں جھونکنے میں کامیابی نہیں حاصل کر سکتیں۔

پنجاب اور بنگال کا معاملہ

پنجاب اور بنگال میں چونکہ مسلمانوں کی آبادی دوسرے فرقوں سے کسی قدر زیادہ ہے اسلئے نہرو رپورٹ ان دونوں صوبوں میں مسلمانوں کی نشست معین کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ معاملہ دونوں صوبوں کے مسلمان نمائندوں کی منظوری سے طے ہوا ہے پنجاب و بنگال کے جو لیڈر آل پارٹیز کانفرنس میں شریک ہوئے تھے وہ اس تنقیح طلب معاملہ کے متعلق اپنے صوبوں کے عامۂ مسلمین کی رائے عامہ دریافت کرکے نہیں آئے تھے۔ اسکے علاوہ انتخابات کے متعلق صحیح رائے وہ اصحاب قائم کر سکتے ہیں جو کسی انتخابی ادارہ کے رکن رہے ہوں۔ وہ لیڈر جنکو انتخابات کا تجربہ نہ ہو اس معاملہ میں رائے قائم کرنے کے اہل نہیں ہیں۔ اس معاملہ کو طے کرنے کے لئے ارکان مجلس وضع قوانین پنجاب و بنگال اور دونوں صوبوں کے میونسپل اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کے مسلمان ارکان نمائندوں کو طلب کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن چونکہ داعیان آل پارٹیز کانفرنس جانتے تھے کہ ان پر جذبات اور شاندار الفاظ کا جادو چلنا آسان نہیں ہے اسلئے وہ قابل تخاطب نہیں سمجھے گئے۔ داعیان لکھنؤ کانفرنس نے پہلے ہی سے یہ طے کر لیا تھا کہ صرف انکے ہم نوائے اصحاب مدعو کئے جائیں تاکہ اپنی من مانی کارروائیاں کی جائیں جن اشخاص سے یہ خطرہ تھا کہ وہ اپنی واقفیت اور تجربہ کی بنا پر آسانی

رام ہونگے۔ ان کو دیدہ و دانستہ ہر منزل پر کانفرنس کی کارروائیوں سے علیحدہ رکھا گیا ہے یہی وجہہ ہے کہ اگرچہ رسمی طریقہ پر رپورٹ منظور ہوگئی ہے اور کہنے کو . . ہندو اور مسلمانوں میں باہم مفاہمت بھی ہوگئی لیکن عملاً ہنوز روز اول ہے۔ اور عام طریقہ پر کسی صوبہ کے مسلمان بھی رپورٹ کی سفارشوں سے مطمئن نہیں ہیں۔

پنجاب و بنگال میں اگرچہ آبادی کے لحاظ سے مسلمانوں کی کسی قدر کثرت ہے لیکن انکی قوت رائے دہی کمزور ہے۔ اور ہندو ووٹروں کی تعداد مسلمان ووٹروں سے زائد ہے۔ اسلئے ان دونوں صوبوں میں اکثریت کے باوجود مسلمانوں کے لئے وہی خطرات ہیں جو دوسرے صوبوں میں ہیں جہاں وہ اقلیت میں ہیں نہرو رپورٹ نے اسکا حل یہ تجویز کیا ہے۔ کہ ہر بالغ مردوں کو رائے دہندہ قرار دیا جائے۔ سائمن کمیشن کے سامنے جو شہادتیں گزری ہیں ان سے اندازہ کرتے ہوئے اغلب خیال یہ ہوتا ہے کہ گورنمنٹ اس اصول کو منظور نہیں کریگی۔ رائے دہندگی کی اہلیت کے لئے جو شرائط اس وقت ہیں ان میں کسی قدر تخفیف کی امید کی جاسکتی ہے۔ لیکن نرم سے نرم مالی اور تعلیمی شرائط کا لازمی نتیجہ دونوں صوبوں میں یہی ہوگا کہ ہندو رائے دہندگان کی تعداد مسلم رائے دہندگان سے زائد ہو جائے۔ نہرو رپورٹ کی جانب سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ نہرو رپورٹ اس معاملے میں مسلمانوں کا تحفظ اس طرح کرلیتی ہے کہ اسنے یہ شرط لگادی ہے کہ رپورٹ کی سفارشات ناقابل تجزی ہیں۔ ان کا کچھ حصہ منظور اور کچھ نامنظور نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اسلئے اگر ہر بالغ کو حق رائے دہی نہ دیا گیا تو ہندوستان گورنمنٹ کی عطا کردہ اصلاحات کو ٹھکرا دیگا۔ لیکن میں آگے اسکے متعلق بہ تفصیل عرض کرونگا۔ کہ یہ دفعہ اس سے زائد ناقابل عمل ہے جتنی کہ لکھنؤ پیکٹ کی تحفظ اقلیت والی دفعہ جسکی رو سے کوئی قانون کی مجلس قانونی میں پیش نہ ہوسکتا اگر اقلیت کے تین چوتھائی نمائندگان

اسے اپنے قومی حقوق و مفاد میں خلل انداز سمجھیں۔ اور اگر گورنمنٹ ہر بالغ کو حق رائے دہی دیدے تب بھی مسلمانوں کے لئے خطرات ہیں۔ اسلئے کہ ہندو عورتوں کو عام طور سے پولنگ اسٹیشنوں تک جانا اور ووٹ دینا دشوار نہوگا اسلئے کہ پنجاب و بنگال کے ہندوؤں میں پردہ کا رواج بالکل نہیں ہے لیکن مسلمان عورتیں مذہبی قیود اور رسم و رواج کی پابندیوں کی وجہ سے بہت کم ووٹ دے سکیں گی اور اسطرح پھر مسلمان اکثریت کے بجائے اقلیت میں ہو جائینگے۔ اسلئے اگر پنجاب و بنگال کی مسلم رائے عامہ مشترک حلقہائے انتخاب بلا تحفظ نشست منظور کرے تب بھی مندرجہ ذیل شرط کا اضافہ مسلم اکثریت کے تحفظ کیلئے ضروری ہے۔

(الف) ہر بالغ کو حق رائے دہی ہو اور عورتوں کے ووٹ قابل انتقال ہوں یعنی وہ چاہیں تو خود پولنگ اسٹیشن پر حاضر ہوکر ووٹ دیں اور چاہیں تو اپنا حق رائے دہی اپنے شوہر یا کسی عزیز کو منتقل کردیں۔

(ب) اگر ہر بالغ کو حق رائے دہی نہ عطا کیا جائے تو رائے دہی کے لئے ایسی شرائط رکھی جائیں کہ صوبجات میں مختلف فرقوں کی آبادی جو تناسب ہے وہ انکی قوت رائے دہی میں بھی برقرار رہے۔

اور اگر ان دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت نہ ہو سکے تو پھر مسلمانوں کے لئے جداگانہ حلقہائے انتخاب اور تحفظ نشست ان دونوں صوبوں میں بھی اسوقت تک برقرار رہے جبتک کہ وہ خود اپنی مرضی سے اس حق سے دست بردار نہو جائیں۔

صوبہ متحدہ میں مسلم نیابت

سنہ ۱۹۱۶ء کے معاہدۂ لیگ و کانگریس کا سب سے معرکۃ الآرا معاملہ صوبہ متحدہ میں مسلمانوں کی تعداد نمائندگی کا تھا۔ مسلمان صرف اس صوبہ میں اپنی تعداد سے زائد نمائندگی کے طالب تھے۔ فریقین کی طرف سے اس سلسلہ میں تقریریں ہوئی تھیں اور بہت سا وقت صرف ایک معاملے کے طے کرنے میں صرف ہوگیا یہانتک کہ

ایک مرتبہ خطرہ ہوگیا تھا کہ اس معاملہ پر مفاہمت کی ساری امیدون کا خاتمہ نہ ہو جائے - لیکن آخرکار اس معاملہ مین مسلمانون کا مطالبہ ہندوئکی جانب سے تسلیم کرلیا گیا - اور اس معاوضہ مین پنجاب و بنگال میں ہندوؤں نے اپنی تعداد سے زائد نمائندگی حاصل کرلی اسطرح مسلمان پھر نقصان ہی مین رہے - اسوقت ہندوستان مین کوئی ایسا صوبہ موجود نہ تھا - جہان ہندوؤن کا تناسب آبادی وہی ہو جو مسلمانونکا اس صوبہ میں ہے - لیکن اب کہ مصنفین نہرو رپورٹ تین ایسے صوبہ قائم کررہے ہین جن مین ہندو قلیل ترین اقلیت مین ہیں ان کے لیے مسلمانونکو مطمین کرنا بہت آسان تہا بشرطیکہ ہندو تہوڑی سی فراخدلی پر آمادہ ہوتے - بہت سہولیت کے ساتہہ یہ کیا جاسکتا تہا کہ ہونے والے تینوں صوبوںمین ہندوؤن کو بہی اتنی ہی تناسب سے زائد نمائندگی دی جاتی جتنی کہ مسلمان اس صوبہ مین زائد طلب کررہے ہین اور مسلمانونکی اکثریت پنجاب و بنگال میں محفوظ کردی جاتی - آخران فرضی صوبون کی امید پر مسلمانونکو اطمینان دلایا جارہا ہے کیا ہندوؤن کا اطمینان ہی صوبون کے ذریعہ سے نہیں کیا جاسکتا تہا - مسلمان صرف اس ایک صوبہ مین اپنی تعداد سے زائد حق مانگتے ہیں - مین اس زائد طلبی کے وجوہ و اسباب مین پڑنا نہیں چاہتا - اسلئے کہ اس مسئلہ پر ۱۹۱۶ء میں خوب بحث و تنقیح ہوچکی ہے، مجہے تو صرف یہ عرض کرنا ہے کہ مدراس کانگریس نے جن صوبون میں مسلمان اقلیت مین ہین وہان انکی آبادی کے تناسب سے نشستیں محفوظ کردی تہین - اور اگر ہندو رضامند ہوں تو کچہہ رواوارانہ مراعات کی بہی سفارش کی تہی -

معلوم نہیں کہ نہرو کمیٹی کے مسلمان ارکان نے ہندو ارکان سے صوبہ ہذا میں اس رواوارانہ مراعات کی درخواست کی تہی یا نہیں اور اگر ایسی کوئی گذارش کی گئی تو ہندو ارکان کی جانب سے اسکا کیا جواب ملا بہرحال اتنا یقینی معلوم ہے کہ مصنفین نہرو رپورٹ مسلمانون سے متعدد حقوق چہوڑنے کی سفارش کرتے ہین وہ چاہتے ہین کہ مسلمان جداگانہ حلقہہائے انتخاب اور تعین نشست سے دستبردار

ہو جائیں لیکن ہندؤں سے ان کو یہ سفارش کرنے کی ہمت نہیں ہوتی کہ وہ دوسرے صوبوں میں معاوضہ لیکر ہی مسلمانوں کی ایک ضد پوری کر دیں کیا ملک وطن کے لئے سارا ایثار اور ساری قربانیاں تنہا مسلمانوں ہی کے ذمہ فرض ہیں۔ ہندو صرف حقوق و فوائد کے حصہ دار ہیں؟ اگر ایسا نہیں ہے اور انصافاً ہونا بھی نہ چاہیئے تو آپ ساری نہرو رپورٹ پڑھنے کے بعد کوئی ایک معاملہ ہی بتا دیجیے جسمیں ہندؤں سے کسی ایثار کا مطالبہ کیا گیا ہو۔ کوئی ایک موقع ہی دکھا دیجیئے جہاں ہندو مفاد کے خطرہ میں پڑنے کا خفیف سا بھی امکان ہو۔ تھوڑی دیر کے لئے یہ بھی فرض کر لیجیے کہ اس صوبہ کی تعداد نمائندگی کے متعلق مسلمانوں کی ضد بالکل بیجا ہے اور انکا مطالبہ بالکل ناحق۔ تب بھی ایک مسلمان یہ سوال کر سکتا ہے کہ ہندوؤں کے کتنے ناحق مطالبوں کے سامنے نہرو رپورٹ میں مسلمانوں کے سر تسلیم خم کرائے گئے ہیں کیا انصاف کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ ہماری بھی ایک بات کی شنوائی ہو کہیں ہندو بھی ہماری خاطر سے کچھ جھکیں۔ وہ صلح نہیں ہے جس کی بنیاد تنہا ایک فریق کی پامالی پر رکھی گئی ہو۔

مصنفین رپورٹ کی یہ ستم ظریفی بھی قابل دید ہے کہ مسلمانوں کی نمائندگی، ۴۰ سے گھٹا کر ۳۰ کر دینے کی بعد ان کی اشک شوئی یہ کہکر کرنا چاہتے ہیں، کہ ان کو غیر مسلم نشستوں میں بھی مقابلہ کا حق دیا جائیگا۔ اور پھر اس سلسلہ میں ان کو یہ بھی امید دلاتے ہیں کہ اسطرح وہ کچھ مزید نشستوں پر بھی قابض ہو سکیں گے۔ گویا نہرو رپورٹ میں کوئی ایسا جادو مضمر ہے جو آرین نسل کی صدیوں کی قائم شدہ ذہنیت کو بہ یک گردش قلم پلٹ دیگی اور وہ اکثریت جو ابھی کل آصف علی صاحب کو محض مسلمان ہونے کے جرم میں دہلی کے مشترکہ حلقہ انتخاب سے کامیاب نہیں ہونے دیتی تھی آج اپنے ووٹوں سے مسلمانوں کو منتخب کریگی۔ اس مراعات سے سندھ کے ہندو البتہ فائدہ اُٹھائینگے۔ جیسا کہ سندہ کے بعض سربرآوردہ مسلمانوں نے خطرہ ظاہر کیا ہے۔

ایوانہائے حکومت

مرکزی مجلس قانونی مین اسوقت مسلمانون کے لئے ۱/۳ نشستیں محفوظ ہین نہرو رپورٹ کے روسے مسلمان صرف ۱/۴ مستحق رہینگے - اس کمی کو پورا کرنیکی امید اسطرح دلائی گئی ہے کہ پنجاب مع مسلمانونکو عام انتخاب مین مزید نشستیں حاصل کرنے کا حق عطا کیا گیا ہے اور اس بنا پر یہ خیال قائم کیا گیا ہے - پنجاب و بنگال سے مسلمان تناسب آبادی سے زائد ارکان منتخب کرسکیں گے - عام حق رائے دہندگی کے بعد مسلمانون ہندؤن سے ان دونون صوبجات میں صرف ۵ فی صدی زائد رہیں گے - اسلئے یہ امید رکھنا کہ ان دونون صوبونسے اتنے زائد ارکان منتخب ہوسکیں گے کہ ہماری تعداد ۱/۴ سے بڑھکر ۱/۳ تک .. پہنچ جائیگی - اور اگر درحقیقت ہمارے ہندو احباب کو اسکا یقین ہے کہ ہم اپنی موجودہ تعداد پوری کرسکیں گے تو اسمین انکا کیا حرج تھا کہ ہماری مطلوبہ . تعداد پوری کردی جاتی اور جیسا کہ اسوقت ہے مسلمانون کے لئے اسمبلی مین ۱/۳ نشستیں معین کردی جاتین -

مرکزی ایوان حکومت مین مسلمانون کے لیے تعین نشست قطعاً نہیں کیا گیا ہے - ایوان حکومت کے نمائندگان کا انتخاب صوبونکی مجالس قانونی کے ارکان کرینگے - جن صوبونمیں مسلمان اقلیت مین ہین وہان سے مسلمانونکے انتخاب کی امید کیونکر کی جاسکتی ہے ایوان حکومت مین مسلمانونکی نیابت بقدر تناسب آبادی ہونے کی بھی امید نہیں ہے -

نہرو رپورٹ صوبہ جات کو مکمل آزادی عطا نہیں کرتی بلکہ مرکزی حکومت کی گرفت انپر قائم رکھتی ہے - اس حالت مین مرکزی حکومت مین مسلمانون کی تعداد نمائندگی کو گھٹا دینا ظاہر ہے کہ مسلمانون کے لئے کسدرجہ خطرناک ہے اسکے معنے یہ ہونگے کہ جن صوبجات میں مسلمانون کی مسلمہ اکثریت ہے

وہاں بھی وہ اکثریت سے پوری طرح مستفید ہو سکیں۔ ہندو اکثریت قطعی طریقہ پر آخری اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتی ہے اور اسی لئے مرکزی حکومت میں مسلمانوں کی نمائندگی گھٹا کر اُسکے اختیارات میں توسیع کرنا چاہتی ہے

زبان کا معاملہ

مویدین نہرو رپورٹ بار بار اسکا اعادہ کرتے ہیں کہ مصنفین رپورٹ نے مسلمانوں کے ساتھ وہ احسان کیا جسکے متعلق مدراس کانگریس نے بھی اپنی اسکیم میں خاموشی اختیار کی تھی اور اردو کے معاملہ میں مسلمانوں کے مطالبات تسلیم کر لئے ہیں ،،

لیکن اس مغالطہ کا پردہ چاک کرنے کے لئے ضرورت ہے کہ رپورٹ کے اس حصّہ کو بغور پڑھا جائے اور آل پارٹیز کانفرنس کی تجویزوں کا مطالعہ کیا جائے لکھنؤ کانفرنس نے مولوی محمد شفیع داؤدی کی ترمیم مسترد کر دی جسکا مفاد یہ تھا کہ دولت مشترکہ ہند کی زبان ہندوستانی ہونا چاہئیے جو اردو یا ہندی رسم الخط میں لکھی جائے۔ لیکن ہمارے ہندو دوستوں نے محسوس کیا کہ اسطرح ملک کے تمام صوبوں میں اردو رسم الخط کا حق قائم رہتا ہے جیسا کہ اسوقت قائم ہے۔ اسلئے اس ترمیم کو منظور کرنا انکے لئے ممکن نہ ہوا۔ کانفرنس نے پنڈت جواہر لال نہرو کی ترمیم قبول کر لی کہ دولت مشترکہ ہند کی زبان اردو یا ہندی ہوگی۔ اور انگریزی کی بھی اجازت دی جائیگی۔ صوبجات میں وہاں کی زبانیں استعمال ہونگی۔ ایک کمیٹی اس خاص مقصد کے لئے قائم کی جائیگی جو تحقیقات کے بعد صوبجات کے لئے زبانوں کا تعین کریگی اسوقت مختلف صوبجات میں مسلمانوں کے لئے اردو رسم الخط کے استعمال کا حق محفوظ ہے اس تحفظ لسانی کے ذریعہ سے ہمارا یہ حق بھی خطرہ میں آجاتا ہے۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ مصنفین نہرو رپورٹ کی اس عنایت و مہربانی پر مسلمانوں کو ان کا شکر گزار ہونا چاہیئے۔ میرے خیال میں تو تحفظ کی یہ دفعہ ہمارے لیئے اتنی ہی پُر فریب ہے جتنی کہ نہرو رپورٹ کے اور دوسرے تحفظات۔ کمیٹیوں اور کمیشنوں کا ہمیں بہت تجربہ ہے۔ ان کے طریقہ کار سے

ہندوستان کے طول عرض میں بسنے والے نا واقف نہیں ہیں ارکان شہادتوں کی روشنی میں کبھی بھی رائے قائم نہیں کرتے ہیں بلکہ اپنی قائم کردہ رائے کی روشنی سے شہادتوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ یہ طرز عمل صرف انگریزی سرکار کی مقرر کردہ کمیٹیوں کا نہیں ہے بلکہ کانگریس اور خود نہرو کمیٹی کی طرف سے جو کمیشن مختلف اغراض کے لئے متعین کیئے گئے ان کا طریقہ کار بھی اس سے مختلف نہیں رہا ہے۔ حال میں نہرو کمیٹی نے سندھ کی مالی حالت کی تحقیقات کے لئے جو کمیشن مقرر کیا تھا اسکی کارگزاری اور رپورٹ ہمارے سامنے ہے؛

اور اگر ہم یہ رائے قائم کریں کہ صوبجات کی زبانوں کی تعین کیلئے جو کمیشن مقرر کیا جائیگا اسکا فیصلہ پہلے سے طے شدہ اور اردو کے خلاف ہوگا تو ہم اس معاملہ میں حق بجانب ہونگے اسلئے کہ دولت متحدہ ہند کے ہر کمیشن اور کمیٹی میں ہندؤں کی اکثریت لازمی ہے اور اُسکی رائے اور فیصلہ معاملات اور حقوق میں صدیوں سے معلوم ہے خصوصاً اردو اور ہندی کے معاملہ میں۔

معاہدات ۱۹۳۷ء کے ساتھ ہندؤں نے جو بے اعتنائی برتی ہے اسکو دیکھتے ہوئے مسلمانوں کو بجا طور پر یہ خطرہ ہے کہ اسوقت مقصد براری کے لئے جو معاہدات کیئے جاتے ہیں اصلاحات کی نئی قسط ملجانے کے بعد انکی وقعت ردی کے ایک پرزہ سے زائد نہ سمجھی جائیگی اور اگر گورنمنٹ نے رپورٹ کے کسی حصہ کو منظور کیا جسمیں ہندؤں کا فائدہ ہے۔ اور اُس حصہ کو جسمیں بخیال مصنفین رپورٹ مسلمانوں کے فائدہ ہے نامنظور کر دیا تو ہندو اپنی عادت مستمرہ کے مطابق اسے بخوشی منظور کرلیں گے اور مسلمان قلت میں

ہونے کی وجہہ سے ان کو معاہدہ کی پابندی پر مجبور نہ کرسکیں گے۔ اسی
سلسلہ مین مسلمان عام طور پر یقین رکھتے ہیں کہ گورنمنٹ کسی حالت مین بھی
ہر بالغ کو حق رائے دہی عطا کرنا منظور نہیں کریگی۔ جیسا کہ مختلف گواہوں پر
لارڈ سائمن کی جرح سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ اور اگر عام رائے دہی کا حق
حاصل ہوا تو بنگال و پنجاب کے معاملہ مین موئیدین نہرو رپورٹ جو خیالی امیدون
کی عمارت قائم کر رہے ہیں۔ وہ ساری کی ساری ڈھا جائیگی۔ ۱۹۱۶ء مین بھی
واقعہ پیش آچکا ہے۔ معاہدہ کانگریس و مسلم لیگ مین ایک دفعہ یہ درج کی
گئی تھی کہ اگر کسی قانون کے متعلق کسی فرقہ کے ارکان یہ رائے ظاہر کریں کہ
وہ اُنکے حقوق یا امور مذہبی مین خلل انداز ہے۔ تو ایسا قانون مجلس قانون ساز
مین پیش نہ کیا جاسکے گا۔ اسوقت بھی سنجیدہ مسلمانونکی اکثریت اِس دفعہ پر
اعتماد کرکے معاہدہ کی موئید ہوگئی۔ نتیجہ کیا ہوا گورنمنٹ نے اس دفعہ کا
اندراج قانون مین نہیں کیا۔

ریفارم کے نفاذ کے بعد اصولاً ہندوں کو گورنمنٹ سے مطالبہ کرنا چاہیئے تھا
کہ اس دفعہ کا اضافہ کیا جائے ورنہ کم از کم اتنا تو انکا اخلاقی فرض تھا کہ بحیثیت
قوم اس عہد کی پابندی اپنے لئے لازمی سمجھتے، لیکن اُنھون نے دونون صورتون
سے کسی کی ضرورت صرف اسلئے نہیں سمجھی کہ اس دفعہ کے خارج ہونے مین
انکا نفع تھا اور درج ہونے میں مسلمانون کا، نہرو رپورٹ مین ان خطرات
کے دفعیہ کے لئے یہ دفعہ بڑھائی گئی ہے۔ کانفرنس کے تمام تجاویز اور فیصلے
اس یقین پر مبنی ہین کہ نہرو رپورٹ کا اساسی خاکہ جسکو اس کانفرنس نے
منظور کر لیا ہے مجموعی طور پر قابل تعمیل ہوگا۔ کیونکہ اسکے مختلف جزئیات
ایک دوسرے سے والبستہ ہین۔ اس کانفرنس مین شرکت کرنے والی تمام پارٹیاں
اسپر متفق ہین کہ ہر جماعت ان تجاویز کی مجموعی طور پر پابند ہوگی اور کسی
ایک حصہ کو دوسرے جزئیات کے مکمل طور پر عمل میں لائے بغیر منظور نہ کریگی

تجویز مین آیندہ کوئی ترمیم یا اضافہ صرف اسوقت ہوسکیگا۔ جب تمام پارٹیان متفق الرائے ہوکر اسے منظور کرلیں"، تحفظ حقوق کی ۱۶ نمبر والی دفعہ مصنفین نہرو رپورٹ نے اسلئے خارج کی ہے کہ وہ آنکے خیال مین ناقابل عمل ہے حالانکہ ساری نہرو رپورٹ اس خیال پر مبنی ہے کہ ہر فریق دوسرے کے ساتھ روا داری برتیگا اگر یہ امید قائم رکھی جائے تو اس دفعہ میں بھی کوئی امر ناقابل عمل نہیں ہے اور اگر یہ خطرہ ہے کہ ہر فریق ضد سے کام لیگا، جیسا کہ واقعہ ہے تو نہرو رپورٹ کے بیشتر حصے ایسے ہین جن سے مسلمانونکا مفاد خطرے مین پڑسکتا ہے۔ لیکن مصنفین نہرو رپورٹ ایسے موقعہ پر خبر اندیش بنجاتے ہین اور دوسرے مواقع پر جہاں مسلمانون کے منافع کی امید ہو اور ان کو یہ خطرہ نظر آئیگا کہ اگر مسلمانون نے بیجا ضد سے کام لیا تو ہندوؤں کے مقاصد کا بروے کار آنا مشکل ہو جائیگا۔ وہان نیک نیتی کی تمام توقعات رخصت ہو جاتی ہین۔

اصل یہ ہے کہ تحفظ کی یہ دفعہ جو نہرو رپورٹ مین بڑھائی گئی ہے ۱۹۱۶ء کی دفعہ سے زائد ناقابل عمل ہے نان کو اپریشن کے دور عروج میں جبکہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ فرقہ وار سوالات زمین کی کسی گہری تہ مین دفن ہوگئے ہیں۔ اور جبکہ سارا ملک حب قومی کے جوش مین سرشار تھا۔ مانٹیگو چیمسفورڈ ریفارم کو کانگریس نے مسترد کردیا۔ لیکن کیا ان کے مسترد کرنے سے صوبونکی مجالس قانون ساز یا مرکزی مجلس کی ایک نشست بھی خالی رہی اور کیا کوئی حلقہ انتخاب ایسا تھا جہاں سے کوئی امیدوار بھی کوئی کھڑا نہیں ہوا۔ اور آخر میں تو خود وہ حضرات جو کونسلون کے بائیکاٹ کے زبردست حامی تھے کونسلون میں داخلہ کے سرگرم موید ہوگئے۔

اب وہ جوش کا دور گذر چکا ہے اور اگر باقی بھی ہوتا تو کیا کوئی مسلمان یہ وہم بھی کرسکتا ہے کہ اگر گورنمنٹ نہرو رپورٹ کا وہی حصہ منظور کرلے جو مسلمانون کے لئے مضر ہے اور وہ حصہ مسترد کردے جس سے مصنفین رپورٹ کو

مسلمانوں کی فلاح کی امید ہے تو ہندو واقعی گورنمنٹ کی ان عطا کردہ اصلاحات کو مسترد کر دینگے اور کسی حلقہ انتخاب سے کوئی ہندو امیدوار کھڑا نہ ہوگا۔ شاید ہی کوئی مسلمان اتنا سادہ لوح اور خوش باور ہو کہ ان ناممکنات کا یقین کرے اگر اسلامی مفاد کا اس طرح خون کیا گیا تو زائد سے زائد یہ ہوگا کہ نہرو کمیٹی ایک بار پھر مجتمع ہوگی اور ملک سے یہ اپیل کریگی کہ کونسلوں کا بائیکاٹ کیا جائے۔ لیکن اس التجا کی کوئی سماعت نہ کی جائیگی اور مصنفین نہرو رپورٹ تھوڑے دنوں کیلئے مسلمانوں کے ساتھ زبانی ہمدردی کا اظہار کرتے رہینگے اور اگر بہت ہمت کی تو اپنی قوم کے شوریدہ پشتوں کے متعلق کلمہائے نفریں کا استعمال کرینگے اور آخر میں اپنی معذوری کا اظہار کرینگے کہ یہ لوگ اپنی ذاتی اغراض اور رسوخ کے شوق میں ہماری بات پر کان نہیں دھرتے۔ بہت سے ہندو اخبار نویس ابھی سے اس قسم کی امیدیں باندھ رہے ہیں فرض کیجئے کہ گورنمنٹ نے مشترکہ حلقہ ہائے انتخاب قائم کر دیئے نشستوں کا تعین موقوف کر دیا۔ سندھ کو بمبئی سے علیحدہ نہیں کیا۔ صوبہ سرحدی اور بلوچستان میں اصلاحات رائج نہیں کیں اور بالغ کو حق رائے دہی عطا نہیں کیا تو کیا کوئی بڑے سے بڑا ہندو لیڈر اسکی ذمہ داری لے سکتا ہے کہ اسکی ساری قوم گورنمنٹ کی عطا کردہ اصلاحات کا مکمل بائیکاٹ کر دیگی اور کوئی ہندو اسکی ذمہ داری لینے کو مستعد ہو بھی جائے تو کیا کوئی ایسا خوش اعتماد مسلمان ہے جو اس ذمہ داری کی صداقت گوارا کرنے کے لئے مستعد ہو۔ ضرورت ہے کہ مسلمان ہوشیار رہوں اور آنکھیں کھول کر دیکھیں کہ وہ لفظی فریب میں پھانس کر کسطرح بربادی کے گڑھے میں ڈھکیلے جا رہے ہیں۔

دستور اساسی کا تحفظ

مسلمانوں کو ایک خطرہ یہ بھی ہے کہ گورنمنٹ نے پوری رپورٹ منظور کر لی تب بھی ہندوؤں کے لئے یہ موقع باقی رہتا ہے کہ وہ مرکزی مجلس نمائندگان کے

ذریعہ سے اس دستور اساسی مین اپنے حسب منشاء ترمیمین کرتے رہین اوراسطرح آخرکار مسلمان تمام منافع فوائد سے محروم کردیئے جائین، اس خطرہ کے ازالہ کے لئے بھی مصنفین نہرو رپورٹ نے ایک دفعہ کا اظہار کیا ہے یعنی پارلیمنٹ کسی دستور مین دونون ایوانون کے اراکین کی شرکت رائے کے بغیر رد بدل نہ کرسکے گی۔جو ۴/۵ اور ۵/۶ کے درمیان ہو۔

مویدین نہرو رپورٹ کی جانب سے اس دفعہ کو بہت زائد اہمیت دی جارہی ہے انکے خیال مین اس دفعہ کا اثر یہ ہوگا کہ مسلم ممبران کی کافی تعداد کی شرکت کی بغیر کوئی ترمیم منظور نہو سکے اور ہندو اکثریت مسلم ممبران کی اقلیت کیلئے محفوظ ہوگی۔اسطرح پارلیمنٹ کے کل (۷۰۰) ارکان ہونگے اس دفعہ کے روسے دستور اساسی میں ترمیم کرنے کے لئے کم از کم (۴۶۷) اور زائد سے زائد (۵۶۰) ووٹون کی ضرورت پڑتی ہے مسلمانون کی قطعی تعداد دونون ایوانون مین ملاکر (۱۲۵) ہوتی ہے اس سے زائد مشکوک ہے (اس احتمالی صورت کے متعلق آگے گفتگو ہوگی) اور ہندوں کی تعداد (۵۷۵) اسطرح اگر کل مسلمان متفق الرائے ہوجائین۔بلکہ (۱۵) نرم مزاج ہندون کو اپنے ہم رائے بنانے مین کامیاب ہوجائین تب بھی ہندو تنہا اپنی رائیوں سے دستور اساسی مین ہر ترمیم کرسکتے ہین۔کم از کم میں یہ سمجھنے سے قاصر ہون کہ علم الحساب کے کس قاعدہ سے ہندو ہر ترمیم کیلئے مسلمان نمائندگان کی کافی تعداد کو اپنا ہمرائے بنانے پر مجبور ہونگے اور اُن کی مرضی کے بغیر کوئی ترمیم نہ کرسکیں گے۔مویدین رپورٹ کو یہ امید ہے۔کہ بنگال اور پنجاب مین لعیں نشست ہونے کی وجہہ سے وہان سے مسلمان اسمبلی کے لئے زائد مسلم نمائندگان منتخب کرنے مین کامیاب ہوجائیں گے اور اسطرح مسلمانوں کی تعداد ۱/۴ سے کچھہ زائد ہوجائیگی۔ ہم فرض کئے لیتے ہین کہ واقعات بھی ان تخیلات کا ساتھ دینگے۔

ایوان حکومت کے لیئے ارکان کا انتخاب مجالس قانون ساز صوبہ جات کے ارکان کرینگے - جن صوبوںمیں مسلمان غیر اقلیت میں ہیں - وہاں سے تو قطعاً یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ کوئی مسلمان رکن ایوان حکومت کے لئے منتخب ہوسکے گا - پنجاب اور بنگال کی کونسلیں البتہ مسلمان نمائندے منتخب کر سکیں گے مجلس نمائندگان کے لئے انتخاب براہ راست ہوگا صوبہ بنگال میں (۲۸) اضلاع میں مسلمان اکثریت میں ہیں اور ۸ میں ہندو باقی (۵) اضلاع میں دونوں فرقوں کی تعداد میں اتنا قلیل فرق ہے کہ کوئی فیصلہ دشوار ہے اسی طرح پنجاب کے (۱۵) اضلاع میں مسلمانوں کی اکثریت ہے ۹ میں غیر مسلموں کی اور باقی (۴) اضلاع میں دونوں کی تعداد قریب قریب برابر ہے بنگال کے اعداد و شمار اسوقت میرے سامنے نہیں ہیں لیکن پنجاب کے بیشتر ان اضلاع کی آبادی جن میں مسلمان اکثریت میں ہیں بمقابلہ ان اضلاع کے کم ہے جنمیں ہندو اکثریت میں ہیں اور یہ امر نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے - کیونکہ ارکان مجالس قانونی و مجلس نمائندگان کی تعداد کا تعین ضلعوار نہیں ہوتا بلکہ تعداد آبادی کے لحاظ سے ہوتا ہے اسلیے ضلع کی آبادی زائد ہوگی وہاں سے کئی ارکان منتخب ہونگے اور کم آبادی والے دو یا زائد اضلاع ملکر ایک رکن کا انتخاب کرینگے اسلیے مسلم اضلاع کی آبادی کی قلت بھی مسلمانوں کے لیئے مضرت رساں ثابت ہوگی - اب ان حالات کے ماتحت اسپر غور کیجیئے کہ پنجاب و بنگال سے مسلمان نمائندگی کے لئے تناسب آبادی سے کتنے زائد ارکان انتخاب کرسکیں گے ؟ علم الحساب کے سادہ قواعد سے بہ آسانی یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ مسلمان اپنی تعداد سے کم ہی منتخب ہونگے - لیکن اسکے ساتھ آپ کو یہ بھی فرض کرنا ہوگا کہ ایسے نصف اضلاع سے جن میں ہندو غالب اکثریت میں ہیں یا دونوں قریب قریب مساوی ہیں مسلمانوں کا انتخاب ناممکن ہوگا

جہاں ہندو اکثریت میں ہیں وہاں تو ظاہر ہی ہے اور جہاں مساوات
کی حالت ہے وہاں وہ اپنی مالی قوت اور سنگھٹن کے زور سے کامیاب
ہونگے اور اگر تمام امور سے قطع نظر کرلی جائے اور یہ بھی فراموش
کردیا جائے کہ ہندو سنگھٹن کتنا بااثر ہے تو اتنا اور تسلیم کیا جاسکتا ہے
کہ غیر جانبدار حلقوں سے بھی نصف کی تعداد میں مسلمان پہونچ جائینگے۔
اس طرح مسلمانوں کا تناسب بنگال میں ۵۱/۲۴ یہی حال پنجاب کا ہے مسلم
حلقے کے وہ اضلاع جنکی آبادی کم ہے یقیناً کم ارکان کے انتخاب کا
حق رکھینگے اس امر واقعہ کو فراموش کردیجئے اور موید ین رپورٹ کی تسکین
خاطر کے لئے فرض کرلیجئے کہ خلاف اصول وقانون کم آبادی والے اضلاع
اور زائد آبادی والے اضلاع کو برابر نمائندوں کے انتخاب کا حق ہوگا۔
اور یہ بھی فرض کرلیجئے کہ پنجاب کے ضدی ہندو نرم دل ہو جائینگے ان محالات
کے فرض کرنے کے بعد بھی اگر مسلمان حلقوں سے کل مسلمان اور غیر
جانبدار حلقوں سے نصف مسلمان منتخب ہو جائیں تو مسلمانوں کا تناسب
۱۷/۲۸ ہوگا۔ واقعات سے اس طرح چشم پوشی کرکے اتنا نرم تخمینہ کرنے کے بعد
بنگال وپنجاب سے مسلمانوں کا تناسب نمائندگی بالترتیب (۵۲، ۵۷)
اور (۱۷، ۶۰) فی صدی ہوتا ہے ان صوبوں میں مسلمانوں کا تناسب آبادی
۵۵ فیصدی ہے اسطرح دونوں صوبوں میں ملاکر مسلمانوں کو ۶ یا ۷ فیصدی کا
نقصان صرف ان صوبوں کی تعداد آبادی میں ہوتا ہے۔ یہ ہے اس
احسان بے پایاں کی حقیقت جو نہرو رپورٹ نے مسلمانان ہند پر فرمایا ہے
اور جسکے شور سے ساری فضائے ہند گونج رہی ہے اور اسیکے بھروسہ پر
کہا جارہا ہے۔ کہ مسلمانوں کی معینہ نشستوں کا تناسب اگرچہ ۱/۳ کردیا گیا
ہے۔ لیکن وہ ۱/۳ سے زائد نشستیں حاصل کرلینگے۔ اور یہی وہ عظیم الشان
نفع ہے جسکی خاطر مسلمان اپنے دوسرے حقوق سے دستبردار ہو رہے ہیں۔"

پنجاب و بنگال کے معاملہ پر انشاءاللہ صحیح اعداد شمار مہیا ہونے کے بعد مفصل لکھا جائیگا۔ اسوقت صرف یہ عرض کرنا ہے کہ ⅔ اور ¾ کے درمیان تعداد آرا کو دستور اساسی کی ترمیم کے لئے کافی قرار دینا مسلمانوں کے لئے خطرناک ہے دستور اساسی مین فرقہ دار معاملات فریقین کی رضامندی سے صحیح طور پر طے کرنے کے بعد ان مین ترمیم کا حق صرف اس فرقہ کی موثر، اکثریت کو دینا چاہیئے۔ جس سے ان حقوق کا نفع رسان تعلق ہے۔ ورنہ اکثریت کو اگر جبر و قہر کوئی ایثار کرنا بھی پڑا تو وہ ہر موقع پر اس سے گلو خلاصی کے لئے کوشان رہیگی اور انکو وقتی طور پر اگر کچھ مل بھی گیا تو اسکا قیام دائماً غیر یقینی رہیگا۔

۱۹۱۶ء کی حفاظتی دفعہ صرف اقلیت کے اندیشہ پر ناممکن العمل قرار دیجاتی ہے کہ اقلیت اگر چاہے تو اس دفعہ کے ماتحت سارے نظام قانون سازی کو معطل کرسکتی ہے۔ گویا اقلیت پر بیجا ضد اور ہٹ دھری کا شبہ کیا جاتا ہے مصنفین نہرو رپورٹ کا یہ طرز عمل کسقدر قرین انصاف ہے کہ اکثریت کی نیک نیتی اور خلوص و صداقت پر ان کو پورا بھروسہ ہے۔ باوجودیکہ عرصہ دراز سے اسکا طرز عمل اقلیت کے مقابلہ میں جابرانہ اور پریشان کن ہے نہرو رپورٹ کا بیشتر حصہ اس فرض پر مبنی ہے کہ ہندوؤں کا برتاؤ مسلمانوں کے ساتھ دردمندانہ اور منصفانہ ہوگا۔ ان کو اگر کچھ فکر اور اندیشہ ہے تو یہ کہ کہین مسلمان ہندو اکثریت کو تنگ نہ کرین۔

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

نہرو رپورٹ کی اصلی خامی

فرقہ دار سوال کی حقیقی بنیاد نہ مذہبی امور ہین نہ سیاسی نہ معاشرتی اسکا اصل

راز صرف اقتصادیات میں مضمر ہے جس قسم کی تعلیم ہمیں دی جا رہی ہے اُس سے
ہندوستان کے سارے طول و عرض میں صرف کلرک اور ملازمت طلب افراد
پیدا ہو رہے ہیں۔ یونیورسٹیاں جس مقدار میں یہ خام مال پیدا کر رہی ہیں اتنی
گنجائش سرکاری محکموں میں کہاں ہے، یہ لوگ اپنی استعداد کے مصرف
میں صرف نہیں ہو رہے ہیں۔ یہ سارا فتنہ انہی بیکاروں کا کھڑا کیا ہوا ہے،
آپ اگر فرقہ فسادات کے لیڈر تلاش کریں تو کوئی ناکارہ وکیل ملیگا "
یا بے روزگار گریجویٹ ان لوگوں کی ایک کثیر تعداد سارے ملک میں
پھیلی ہوئی اور ہر فرقہ کے جتنے افراد تلاش روزگار میں ناکام رہتے ہیں ان
کے ساتھ ملتے جاتے ہیں یہ ساری جماعت ہوس جاہ اور حب اقتدار کی قربانگاہ
پر خواندہ عوام کو بھینٹ چڑھا رہی ہے ۱۹۳۶ء کی اصلاحات کے بعد سے تعلیم
منتقل شدہ صیغہ ہے لیکن اب تک جو اصلاحات بھی کی گئی ہیں ان سے تعلیم کی
حقیقی روح پیدا نہیں ہو سکتی اسکی ضرورت ہے کہ دستور اساسی میں تعلیم کے
متعلق بھی ایک واضح بیان شامل کیا جائے اور اس شعبہ کی اسطرح اصلاح
کر دیجائے کہ ہمارا ملک ان پڑھے لکھے جاہلوں کے پنجہ سے نجات حاصل
کرسکے اور سر دست ہر فرقہ کو ملازمتوں اور تمام انتخابی اداروں میں اپنی
تعداد کے مناسب حصہ پانیکا اطمینان دلایا جائے جب تک ان امور کی طرف
توجہ نہ کی جائے گی تمام مضامین اور تجاویز بے نتیجہ ہیں۔

آخری التجا

نہرو رپورٹ کے مویدین اور خصوصاً ہندوؤں سے التجا ہے کہ اس مضمون پر
ٹھنڈے دل سے غور کریں مسلمانوں کو جو خطرات اور بے اطمینانیاں ہیں
اگر بجا ہیں تو انکا حل تلاش کر کے ان کو مطمئن کریں اور اگر بیجا ہیں تو جذبات
اور لفاظی سے نہیں واقعات و حقایق سے ان شبہات کا جواب دیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتخاب دیوان حسرت

(از شاگرد مظہر)

ہو جو نہ مبتلا تو خبردار عشق کا — اے بخیہ نباہ ہے دشوار عشق کا

خالی کروں میں یہ دل پر درد کس سے ہائے — پاتا نہیں ہوں محرم اسرار عشق کا

ہر روز مجھ پہ ایک نیا جلوہ عام ہے — حسرت مگر ہوں میں ہی گنہگار عشق کا

بھڑکے ہے آج ہر ساعت مرا دل سو جل بجھتا — بچاؤں کس کا دل اس زخم و رخم ... کا

تری نازک کمر میں کیونکہ دیکھوں ہاتھ غیروں کو — میاں کیا کیا میں بل کھاتا ہوں جب تدھی پر ہو چکا

کیا پہلے عزیز اتنا گرایا آنکھ سے آخر — قیامت دور لیجا کر مجھے لے سہ دھر پھینکا ہے

عشق پوشیدہ نمایاں نہ ہوا تھا سو ہوا — چاک دل چاک گریباں نہ ہوا تھا سو ہوا

چشم نمناک اونڈ کے چلی ہو یکبار — اس قدر شوق کا طوفان نہ ہوا تھا سو ہوا

کلم رنگین لب کو ترے دیکھ کے لوبے بخلق — غنچہ تصویر کا خنداں نہ ہوا تھا سو ہوا

ہائے یہ درد کہوں کس سے کہ وہ غنچہ دہن — گوش بر حرف رقیباں نہ ہوا تھا سو ہوا

حسرت احسنت کہ منکر ترے دلکش اشعار — وہ بت شوخ غزلخواں نہ ہوا تھا سو ہوا

مجھے تھا یاد ہنوز اوس کی آشنائی کا — کہ سر پہ تفرقہ آیا غم جدائی کا

طلب نہیں مجھے حسرت بتوں سے ... کا کام — کہ عہد ہے مجھے دیدار کی گدائی کا

ہزار حیف نہ سمجھا تو رسم دلداری — رہا ہمیشہ تجھے ذوق دلربائی کا

ہو اتفاق اگر تجھ سے ہمنوائی کا — میں عرض حال کروں عشق کی خرابی کا

مہربانی سے تو گھر تک نہ آیا تھا — ایک ہم ہیں نے ترا سایہ بھی نہ پایا تھا

رات اس شوخ نے ... سے بزم اپنی سے — اور سب بیٹھے رہے مجکو اوٹھایا تھا

عشق سے تازہ جوانوں کے نہیں ہمکو گریز — پیر اپنے لئے یہی پیشہ سکھایا تھا

حسرت آرام پہ ہمسایوں کے بھی رحم ہے فرض — عشقبازی نے تجھی کو نہ ستایا تھا

منہ لگانے مجھے دو دن بھی جو وہ یار لگا — مدعی رہتا ہے ہر شب لب دیوار لگا

عشق پوشیدہ مرا اوس پہ مگر فاش ہوا — کچھ مجھے آج وہ دلدار دل آزار لگا

جب سے وہ سرو گل اندام مرے بر سے گیا نہ مرا کل کیطرح دیدۂ خونبار لگا
کہیں جو رات کو تو گھر سے سج بنا نکلا ہر ایک گھر سے تجھے اپنے دیکھتا نکلا
تمہارے ان لب شیریں سے جن نے کام لیا حلاوت دو جہاں کا مزا تمام لیا
امید رحم کی کیا تیری چشم ظالم سے کہ گردن اپنی پہ خون ہزار جام لیا
در وفا پہ میں حاضر ہوں بے زر و دینار جو چاہو کوئی وفادار تم غلام لیا
نصیب اپنے پہ کیوں کر نہ زہر خند کروں کبھو نہ یار نے ہنسکر مرا سلام لیا
پہونچ نہ ہونگا کبھی بزم خاص تک بھی نہیں نگاہ دور کا اس سے تو اذن عام لیا
سوائے عشق نہ تھا اور کام کیا حسرت جو پیشہ تو نے یہ کیوں کرکے ننگ نام لیا
کہاں سے رتبہ ترے خط مشکبار آیا گئیں وہ حسن کی بدمستیاں خمار آیا
تمہیں ہاں اوروں سے سرگرم التفات دریغ فقط ہمارے ہی ملنے سے تجکو عار آیا
ہے یاد تجھ سے میرا وہ شرح حال دینا اور سن سن اسکو ترا ہنس ہنس کے ٹال دینا
قید الفت میں ہمیں اُن نے پہلے دل بستہ کیا پھیر تیغ بے نیازی سے جگر خستہ کیا
وسعت صحرائے وحشت کا تو دامن ہی فراخ اون نے اپنے کوچہ کا ہم پہ بند رستہ کیا
سر پہ کھتا ہی ہمارا شیوۂ دیوانگی عشق نے داغ جنوں ہی سے ہمکو گلدستہ کیا
ہوں مرید و معتقد آزادہ مرد عشق کا ہمکو ہر تکلیف سے دنیا کی وارستہ کیا
عالم بالا سے حسرت پہنچے ہے فیض سخن فکر قدرنے اوسکے اپنا شعر برجستہ کیا
میں اول اٹھا تیکو ہوں منتظر بہانے کا نہیں حریف ترے یہ ستم اٹھانے کا
تیرے سلوک سے دل اپنو سیر ہے جان سے فریب لطف کا ہرگز نہیں میں کھانے کا
نہ پر حجاب رکھ اپنی وہ نرگس مخمور کشادہ چاہئے ہے در ترے انجانے کا
ہر چند اسنے ہمکو کہا تھا نہ سو دیا ہمنے بھی لیلیا نہ کی تکرار جو دیا
ناکام ہوس سے ہم ہے کر کر بہت تلاش اور کام دل رقیب کو لے جستجو دیا
حسرت فغاں کیطرح میری بیدلی نہ پوچھ دیکھا تو منہ دیا جو نہ دیکھا تو رو دیا"
وہ بھی کیا دن تھے کہ جز عشق سروکار نہ تھا کوئی چاہے سو کہے اپنی تئیں عار نہ تھا

آہ و فریاد سے لب کو نہ تھی دم کی فرصت — اشک سے پاک کبھو دیدۂ خونبار نہ تھا

فتنہ جو تری نرگس فتاں میں دیکھا — آشوب نہ وہ زلف پریشاں میں دیکھا

کس ساعت بد قید قفس میں وہ پڑی تھی — بلبل کو نہ پھر ہمنے گلستاں میں دیکھا

یہ بے مزگی عاشق شوریدہ سے کیا ہے — ہر بزم میں تجھکو نمک خواں میں دیکھا

جیتے جی مجھے دیکھنا وہ دن نہو روزی — کیا کیا نہ جدا تجھسے مری جان میں دیکھا

حسرت اوسے بی برگ میں کن آنکھوں نے دیکھا — جس باغ کو جوش گل و ریحاں میں دیکھا

میں اوس سے درد دل خستہ بے کہے نہ رہا — وہ حوصلہ کہ غم عشق دل سے نہ رہا

قفس سے چھوٹے تو کیا ہمکو وہ دل اور دماغ — کہ یا عیش کریں اب جا کے پیچھے نہ رہا

خموش حسرت مسکیں کہ درد مند ایسا — کہ اوس سے اپنا کوئی درد دل کہے نہ رہا

ہو گئے اغیار سب یار اوسکی یاری کے سبب — خلق دشمن ہے مری اس دوستداری کے سبب

ہر کسی سے ہوگیا ترک ملاقات اب مجھے — کیا کہوں منہ کسی کو اشکباری کے سبب

اوسکی رنج عشق سے غمگین مجھے چاہیں ہیں اور — تھے جو اسکے محرم اپنی غمگساری کے سبب

خواب راحت ہو حرام آسودگان خاک پر — گر زباں پر لاویں اپنی سوگواری کے سبب

عشق کے عالم میں اسکا دوں میں کیا تجکو جواب — مجھسے کیا پوچھے ہے حسرت بیقراری کے سبب

ہر کسی کی نرگس مخمور سے جاناں خراب — دور جام عشق ہے سب وہ گل خنداں خراب

یہ وہ بالا نشہ لاوے کیا بلاے بیخودی — دل تو مست عشق تھا اور اب ہوگی جاں خراب

ہم نشہ رکھتے ہیں تیرے جلوۂ دیدار کا — غیر تیری مے سے ہیں لے ساقی مستاں خراب

جب سے منہ پھیرا ہے اوس آئینہ رو نے ہو گیا — روتے روتے خانماں دیدۂ حیراں خراب

دور اسکے رخ سے کیا تاریک ہے حسرت یہ چشم — اسطرح جیسے بادشہ ہے ملک ہندوستاں خراب

رکھے ہے وہ لب میگوں شراب سے نسبت — دے ہے جس طرح آتش کو آب سے نسبت

سکندر اور خضر جانیں قدر آب حیات — ہمیں ہے خاک در یار تراب سے نسبت

شرف ہو بادشہاں زمانہ کو حسرت — سگان اوس در عالی جناب سے نسبت

یا بہ غنچہ کسطرح ہووے وہ دہاں سے اوسکے — کسکی خوشبو [illegible] جولاں ہم آغوش

معشوقوں میں ذرا بھی ہو گر امتیاز عشق — برتر ہو ناز حسن سے قدر نیاز عشق
وصل اسکا بہت دور کھنچا لے کشش دل — بڑھتی چلی جاتی ہے ہماری طپش دل
ایسی تو خطا کچھ نہیں سرزد ہوئی اُس سے — کیوں کرتے ہو اے سنگدلو سرزنش دل
خواری سے نہ مجھے عشق کی جینے سے کیا سیر — جی جائے کہیں تا کہ مٹے یہ خلش دل

جو ہوں دو چار بھی دیدار یار ہے مشکل — کہ ضبط گریۂ بے اختیار ہے مشکل
رہے ہے ہم کو اشک و آہ دم کا روز و شب ہجوم — کہ جنبش مژۂ اشکبار ہے مشکل
میں تیرے قول کا قائل ہوں ناصح مشفق — ملے قرار دل بے قرار ہے مشکل
دکھاؤں کیا میں طبیبوں کو ریش دل اپنا — کہ مرہم جگر داغدار ہے مشکل
قمار عشق میں ہے سر و سر بسر حسرت — ملے حریف جو ہو بدقمار ہے مشکل

نسبت رکھے ہے اوس سے جفا اور جفا سے ہم — نالاں ہے ہے ہمسے وفا اور وفا سے ہم
ہم خاک کوئے یار رکھیں ہیں وہ بوئے گل — سودا کرے ہے ہمسے صبا اور صبا سے ہم
اوسکی امید وصل میں اوس بس ہے نا قبول — ہے ہمسے شرمسار دعا اور دعا سے ہم
ہم عاشقان پاک سے تو بدگمان نہ رہ — رکھے ہے صدق ہمسے صفا اور صفا سے ہم
حسرت جو دیکھے اوس شہ خوباں کے در پہ تو — جانا نہ جائے ہمسے گدا اور گدا سے ہم

ہوا ہے اسپہ مرا عشق ہو بہو معلوم — کہ مجھکو ہوتی ہے بدلی ہی اوسکی خو معلوم
کرے ہے حال مرا دیکھ وہ شہ خوباں — گدائے عشق کے تئیں پاس آبرو معلوم
زبان حال ہی سے نکلے کلام کچھ ورنہ — مری زبان سے ترے آگے گفتگو معلوم

ہر طرف ہے اوس کے مرے دلکی لگی جانی میں دھوم — بلبل و گل میں ہے شور اور شمع و پروانے میں دھوم
فتنہ گر ہے ناز و عشوہ اوسکی چشم شوخ میں — جون مچا دیں پی کے مے بدمست میخانے میں دھوم
یاد میں اپنے ہے شاید وہ فراموشکار بھی — دل کرے ہے مجھسے اسکی یاد دلوانے میں دھوم
دیکھ تو اے سیر ہو کر تجھکو یہ خانہ خراب — آئے ہی کیا ہے تری اتنی بھی گھر جانے میں دھوم
برہمن ہو نیکو آتا ہے بت پیچ آج کون — ہو رہی ہے ہر طرف حسرت صنم خانے میں دھوم

کب تلک دیکھیں تجھے دور سے حیراں ہیں ہم — کیا کوئی حسن کی دولت کا نگہبان ہیں ہم

گر رقیب آوے تو دامن مرا کیا پکڑیگا
کون سے تجھہ سیتی یاں دست گریباں ہیں ہم

کون دیوانہ بدمست کی رمزیں پاوے
حسرت اوس چشم سخن گو کے زباندان ہیں ہم

پینے پایا بھی نہ وہ شوخ مرا نام تمام
اوسکے اندازِ تبسم میں ہوا کام تمام

نیکنامی کی قسم تیری نہیں میں عاشق
کرتے ہیں یونہیں غرض کو مجھے بدنام تمام

وصل کی شب کا نہیں نام نشان کچھ حسرت
گذرے جاتے ہیں سر ہجر کے ایام تمام

بھولے سے ادھر کو وے جب آن نکلتے ہیں
کیا نظریں چرا ہمکو پہچان نکلتے ہیں

کب رنج و محبت کی بیدرد کو ہے لذت
اس درد میں کتنے ہی درمان نکلتے ہیں

تپا کرتا ہے دل ہر لحظہ لب پر رہتی ہیں آہیں
نگاہیں تھک گئیں تکتے ہی تکتے یار کی راہیں

جو کہتے سنتے رہتے تھے ہم آپسمیں میاں سچ کہہ
نہیں ہیں یاد وے باتیں تجھے اے بیوفا یا ہیں

چھپیے کہ جانِ شیریں پوشیدہ ہے بدن میں
بوسہ ہر اسمائے کا تل اوس لب و دہن میں

وہ تنگ جامہ میرے بر میں نہ تنگ آیا
پھر فرق کیا رہا اب پیراہن و کفن میں

تھا شور و شر کا باعث شیریں کا عشق ورنہ
وجہہ نزاع کیا تھی پرویز و کوہکن میں

دنیا کے سب مزے ہیں اوسکی نظر میں پھیکے
پایا ہے جس نے کھٹکا ذوق گداختن میں

میں بھولتا ہوں حسرت پڑھ پڑھ یقین تمہر
جب دیکھتا ہوں تجھکو تنہا سجن چمن میں

ہے وحشت اسے کیا کہتے ہیں
سب ہے الفت اسے کیا کہتے ہیں

لی اوٹھا چشم مروت ہم سے
بیمروت اسے کیا کہتے ہیں

اوسکے دلمیں کبھی تاثیر نہ کی
ہے محبت اسے کیا کہتے ہیں

سکھتے ہو ہم سے عزیزوں پہ روا
اتنی ذلت اسے کیا کہتے ہیں

اتنا بھی عشق میں رسوا ہونا
کہہ تو حسرت اسے کیا کہتے ہیں

میں ایک مشتِ خاک پریدہ آفریدہ ہوں
خونناب جگر سے رطوبت کشیدہ ہوں

اپنا کوئی نہیں ہے کس بیکساں سوا
کیا پوچھتے ہو کون ہوں آفت رسیدہ ہوں

لے مشک بو غزال گرہ کھول زلف کی
تا سر بسایہ اوسکے ذرا آرمیدہ ہوں

سیمیں برونکی عشق سے حسرت نہیں گریز
اس قوم کا میں بندۂ زر نا خریدہ ہوں

ساقیا پاتا ہوں میں رنگ پری شیشہ میں
یاد ہیں کسکی یہ مے تو نے بھری شیشہ میں

بحر و بر کا سبق تجھے سالک کرنے مے کا پینا
سیر کر عالم وحشتکی و تری شیشہ میں

پیرہن میں ہے ترے لطف بدن کی جو نمود
ہے کہاں کرتی ہے یہ جلوہ گری شیشہ میں

دل سا مظہر نہیں حق کا جو ہو چشم بینا
کہ عیاں ہے صفت شیشہ گری شیشہ میں

دل میرا کلفت دوراں سے ہے حسرت لبریز
کن نے یہ مے عوض رنگ بھری شیشہ میں

کبھی بھرتے ہیں نالے اور کبھی ہم آہ کرتے ہیں
یہ اپنے حال سے یار کو آگاہ کرتے ہیں

نہیں ہم دیکھنے والوں میں اوس شوخ پر پردے کے
پر اودھر ایک نگاہ دور ہم بھی گاہ کرتے ہیں

شکوہ خوبروئی کو کوئی منصب کہاں پہونچے
بجا ہے گر فلک پر سیر مہر و ماہ کرتے ہیں

تغافل حال سے حسرت کی اتنا تجھکو لایق تھا
گدا کے حال سے پروا ہمیشہ شاہ کرتے ہیں

سر پہ خاک اپنے میں وزرات کروں یا نہ کروں
کسی صورت بسر اوقات کروں یا نہ کروں

صحبت غیر کا تو نفی کرے ہے مجھسے
اب میں اس بات کو اثبات کروں یا نہ کروں

ہمزباں میرا نصیبوں سے ہوا ہے تو آج
تجھسے دل کھول کے دو بات کروں یا نہ کروں

دیتا ہوں ادھکو ترے وصل کی وعدہ پہ فریب
کچھ میں دلکی بھی مدارات کروں یا نہ کروں

درد دل میرا ترقی میں ہے جب حسرت
نالہ و آہ میں مہمات کروں یا نہ کروں

آہ و نالہ کے تردد میں تو تقصیر نہیں
اوسکو تو کیا کریں تاثیر جو تقدیر نہیں

آنکھ مجھسے نہ چرائے مژۂ تیر انداز
تیرے ترکش میں مرے حق کا کوئی تیر نہیں

تن بتقدیر ہو تو حق کی رضا پر راضی
حسرت اب اسکے سوا دو مری تدبیر نہیں

چشم تر سے مرے یوں لخت جگر جھڑتے ہیں
نخل پربار سے جسطرح ثمر جھڑتے ہیں

منہ کے آگے ترے اے مہوش خورشید لقا
خوبرو شرم سے جوں شمع سحر جھڑتے ہیں

نہیں ہے عہدہ برآ سنگدلوں سے ہر چند
آہ کے نخل سے جوں برگ اثر جھڑتے ہیں

موج دریا سے حباب اتنے کہاں اٹھتے ہیں
جسقدر تیغ ستم سے ترے سر جھڑتے ہیں

حسرت آنکھوں سے مری اوس گل خنداں سے جدا
اشک گلگوں نہیں یہ داغ جگر جھڑتے ہیں

آیا خط روئے مبارک پر وہ زیبائی کہاں
شوخیاں وے رہیکی کیدھر ہے یہ رعنائی کہاں

خود بخود اب پوچھتے ہو حال دل اس وقت میں
بیخودوں کی عرض سننے کی تھی خودرائی کہاں

بیخودی سے عشق میں بہتر ہی خودداری گئے
اس دل بے صبر و طاقت کو شکیبائی کہاں

یاں بھی آ آ کر ستاتے ہیں ملامت گر مجھے
چھوڑ کر جاؤں میں یارب کنج تنہائی کہاں

حسرت اٹھ جا کہ اب کوہ و بیاباں ہی نکل
رہنے دیگا شہر میں یہ شور رسوائی کہاں

ہیں جدائی میں بھی دلدار سے مہجور نہیں
دل میں بستا ہے وہ آنکھوں سے مری دور نہیں

شوق دیدار ہمیں دیکھیں دکھاتا ہے کیا کیا
دیکھنا مری طرف یار کو منظور نہیں

تیری محفل میں ہے ہر حاضر و غائب کی یاد
ایک مذکور کا میرے کبھی مذکور نہیں

عشق میں صبر ہے ہر چند مفید اے ناصح
ہو سکے جس سے وہ جانے ہیں مقدور نہیں

دیکھیو حال کبھی اپنا تو کہتا ہو کہیں
اب تلک عشق تو حسرت مرا مشہور نہیں

ہم فریب میں ترے یار دو رنگ آتے ہیں
پھر ترے گھر نہ بصلح و نہ بجنگ آتے ہیں

کیا کروں ہائے کہاں جاؤں کوئی بتلاؤ
اس دل تنگ سے اب ہم تو بہ تنگ آتے ہیں

عشق کی قید سے اس شرط پہ ہوں گر آزاد
قید میں تیرے ہم اے اہل فرنگ آتے ہیں

کیا بلا ہوش ربا ہے خط سبز دلدار
تو کہے پی کے ہم اوس سبزہ سے بنگ آتے ہیں

ہم ہیں محتسب شہر سے سازش حسرت
اب تو میخانے میں ہم با دف و چنگ آتے ہیں

دل کی ڈھب جو تری قید سے آزاد کروں
بھول کر بھی نہ تجھے پھر کبھی یاد کروں

کاش ہو مرگ رقیباں میں مجھے نوحہ نصیب
تا بتقریب تجھے گوش بہ فریاد کروں

گر مرے آ کے ترے رنگین قدم کی دولت
خانہ چشم و دل اپنا بھی میں آباد کروں

خستہ دل تر مجھے [illegible] ہو کر
میں غم عشق میں حسرت کے طلب ادا کروں

[illegible] سرو قد کی حسرت
ہو سکا خاک تو اپ آپ کو برباد کروں

دور خط ہے وہ تری گرمی بازار کہاں
ہر گلی کوچے میں غوغائے خریدار کہاں

خواب راحت کریں سر رکھ کے ترے زانو پہ
خواب میں بھی ہمیں یہ دولت دیدار کہاں

گو برابر ابھی کریں صحن چمن میں [illegible]
لالہ و گل میں وہ رنگینی رخسار کہاں

احتیاط اپنا سا کرتا ہوں بہت میں لیکن
عشقبازی کے چھپائے چھپیں آثار کہاں

ہاتھ سے اپنے نہ دے وصل کی فرصت حسرت
پھر خدا جانے کہ ہم ہوویں کہاں یار کہاں

بہت خوش لگا ہو انکو ہم دیکھتے ہیں
دلے چشم تیری سی کم دیکھتے ہیں

یہ بندے قدیمی، اگر زندگی ہے
پھر آکر تمہارے قدم دیکھتے ہیں

یہ کیا قہر ہے لے سراپا ملامت
مزہ لوٹتے سب ہیں ہم دیکھتے ہیں

جو تمہاری تھیں میاں ہمنے نہ پائیں آنکھیں
ہم سے اب خوب ہوا تم نے چرائیں آنکھیں

صاف اس صورت زیبا پہ تری مائل ہیں
دیکھو کیا مجکو بتاتی ہیں صفائیں آنکھیں

دل اٹھانا تری الفت سے تو منظور نہیں
دیکھنے سے ترے گو ہمنے اوٹھائیں آنکھیں

تیرے بن کوئی بنائے حسن کا بانی نہیں
یوسف ثانی تری حد ثناخوانی نہیں

کوہکن کی روح سے یہ طعن ہے پرویز کو
عاشقی ہے جائے جانبازی تن آسانی نہیں

گل کی واشد سے چمن بلبل کے سب برباد ہیں
جسجگہہ وہ غنچہ لب گرم غزلخوانی نہیں

ہوں خفا جینے سے اپنی جان کی سوگند ہے
جب سے ہمدم ہم سے تو اے دلبر جانی نہیں

گرچہ ہیں غواص دریائے سخن حسرت بھی
ہر قلم کو دستگاہ گوہر افشانی نہیں

گر کوئی لیتا ہے میرا نام اوسکے روبرو
دے ہے مجکو سیکڑوں دشنام اوسکے روبرو

کون کون اس دلربا کا یاں ہوا ہے عشقباز
ایک میں ہی ہوگیا بدنام اوسکے روبرو

کیا بیاں مستی کروں اوس نرگس مخمور کی
پانی پانی شرم سے ہے جام اوسکے روبرو

کیا پڑی ہے غالب اوس زلف سیہ کی کافری
سر اوٹھا سکتا نہیں اسلام اوسکے روبرو

روز و شب چلتا ہے ہی یاں تو حسرت دور جام
یاد ہے کب گردش ایام اوسکے روبرو

یار سے جب التفات گاہ گاہی بھی نہ ہو
ایسا پھیکا چاہنا خواہی نخواہی بھی نہ ہو

عاشق مسکیں سے ظالم کیا ہوا ایسا گناہ
بعد صد جور و جفا اک عذر خواہی بھی نہ ہو

کیوں نہ ہووہ بیگنہ گستاخ قتل عاشق پہ پھر
دعوی خوں یہاں نہیں رسم گواہی بھی نہ ہو

التماس اہل محبت کی ترے قربان مان
مہربانی گر نہیں یہ کینہ خواہی بھی نہ ہو

کیا شب غم میں کہوں حسرت ہیں ہمسایے نڈھال
جب میرے افغاں سے ایمن مرغ و ماہی بھی نہ ہو

سر پہ ہو اگر افسر دارا و اورنگ تلے ہو
بہتر کہ در دوست پہ سر سنگ تلے ہو

اب کے گلشن میں نپٹ دھوم سے آئی ہے بہار
نرخ بالا ہے وہ اور سخت گراں ہے شیشہ

اور ہی رنگ ہے ہر آن دل نازک کا
کبھو ہنستا ہے کبھو اشک فشاں ہے شیشہ

صحبت پیر و جواں سے ہمیں حسرت کیا کام
ہے مئے کہنہ یہاں پیر و جواں ہے شیشہ

محو ہوں حور و پری میں پری زاد کو دیکھ
بت برہمن نے اس حسن خداداد کو دیکھ

ہے غم عشق مجھے شادی کونین اگر
تو بھی غمگین ہے مری خاطر ناشاد کو دیکھ

گلہ حسرت ہے عبث اوس سے بجز انصاف
اون نے کب ہمسے کہا ہے مری بیداد کو دیکھ

ہمیں گر قتل کرنا ہے تو اے خونخوار بسم اللہ
لئے سر ہاتھ پر مرنے کو ہیں تیار بسم اللہ

نہ دیکھا خوبصورت دوسرا ہم نے خدا تجھ سا
کہ بولے دیکھ تجھکو صورت دیوار بسم اللہ

علاج عشق میں حسرت کوئی تعویذ لکھتا ہے
کوئی کہتا ہے تم اس پر پڑھو سو بار بسم اللہ

جو منکر عشق کا ہے اسکو ذکر حق سے کیا نسبت
زباں پر کافر دل کی گذرنے ہے دشوار بسم اللہ

گدائے حسن ہیں ہم نا نوا مہمان کون ہے حسرت
کریں دیکھیں جہاں ہم نعمت دیدار بسم اللہ

آیا نظر ایک تجھکو دلدار بہت تحفہ
قد اوسکا نپٹ موزوں رفتار بہت تحفہ

سر تا بقدم اسکا کیا دلکش و رعنا تھا
گلرنگ قبا بر میں دستار بہت تحفہ

یہ وصل کا ہے تحفہ لائق تو نہیں تیرے
پر کہہ کے مری خاطر لے یار بہت تحفہ

انجام وفا مجھ پر کیونکر نہ مبارک ہو
آغاز میں تھے اوسکے آثار بہت تحفہ

آفاق میں جب ہوئے وہ شہرہ رسوائی
پھر عشق کا یہ حسرت اظہار بہت تحفہ

کبھی احوال دل پوچھے ہے ہمسے یار کیا کہئے
زباں کو جب نہ ہووے طاقت گفتار کیا کہئے

نظر آتا نہیں ہم کو سوا اس کے کوئی اپنا
کسی سے ماجرائے دیدۂ خونبار کیا کہئے

تمنا ہے جو حسرت اوسکے عشق کا [illegible]
لگے جب پوچھنے وہ کھینچ کر تلوار کیا کہئے

نیاز عاشقی سے وہ شوخ سر پا ناز کیا سمجھے
ادائے دردمندان دل بے طناز کیا سمجھے

نہ دیکھا ہم کو کیا توقع رحم کی اوس بیگانہ [illegible] سے
ظلم تجھ کو ترک تکرار انداز کیا سمجھے

جو ہو نا محرم راز رموز عاشقی حسرت
وہ ان طرز و نگہ کو کیا جانے وہ یہ انداز کیا سمجھے

یہ اک عاشق تھا [illegible] اب دیدار [illegible]
تجھ سو کی میاں کیا بات ہے دیوے یار میں تیرے

علاج درد دل تجھ سے نہ ہو گا اے مسیحا لب — شرف اپنا یہی بس ہے کہ ہم بیمار ہیں تیرے
چمن میں حسن کے ہر چند جوش خط ریحاں ہے — بہار بے خزاں اب تک گل رخسار ہیں تیرے
تماشے حق میں کیا کم ہے ترا جور دل آزاری — عبث کیوں در پے آزار پھر اغیار ہیں تیرے
تو اوس سے بزم خلوت میں رہے ہمدم مثل شمع — مبارک ہوں تجھے یہ طالع بیدار ہیں تیرے
نباہ آپس میں لازم ہے بن آوے جس طرح پیارے — اگر تو ہے گل نورستہ ہم بھی خار ہیں تیرے
نہ رہ اے سنگدل منکر تو درد دل کا حسرت کے — گواہ حال اوسکے یہ در و دیوار ہیں تیرے

صحبت وصل برابر اس تھی آئی کیسی — آ پڑی بیچ میں ناگہ یہ جدائی کیسی
روشناس آئینہ دل کی نہ تھی گرد ملال — گردش دہر نے دی ہاں دل یاد دہائی کیسی
جی دھرو اب میں بھلا کاہے پہ ہی زانو سے — چھوڑ دی ہے جسے برائی بھی بھلائی کیسی
خاک ہو جانا ہمیں در پہ کسی کے حسرت — سلطنت روئے زمیں کی ہے گدائی کیسی

جب دل کی مجھے خاطر دلگیر نظر آئی — رو دینا ہی واں مجھکو تدبیر نظر آئی
مشہور جہاں گویا نام اسکا ہے عنقا سا — ہمکو نہ محبت کی تاثیر نظر آئی
کیا قہر قیامت ہے یہ دل کی گرفتاری — ایسی نہ کوئی کافر زنجیر نظر آئی

عشق میں یار اگر وفا نہ کرے — کیا کرے کوئی اور کیا نہ کرے
اشک ہے راز عشق کا غماز — ہر دم آنکھوں سے کیوں گرا نہ کرے
کسو دشمن کا آشنا بھی خدا — تجھ سا بیگانہ آشنا نہ کرے
نہیں بیگانے سے شکایت رسم — یار کا کیوں کوئی گلا نہ کرے
عشق کے رابطہ سوا حسرت — شاہ سے نسبت گدا نہ کرے

وہ کیا بولے مرے نامہ کا سنکر نام کیا جانے — بلا قاصد پہ کیا لا وے سر انجام کیا جانے
مقید زلف کا ہوں اسکے رخ سے مجھکو کیا نسبت — ہوئے سیر گلشن کو اسیر دام کیا جانے
ترا چشم و دہاں ہیں عاشق دیدار کیا سمجھوں — گدا بیچارہ قدر پستہ و بادام کیا جانے
وہاں مہتاب کو غیرت نہ پروانے سے نسبت دو — وہ عاشق پیشہ گو ہو یہ ہمارا کام کیا جانے
مجھے اک عمر گذری ہے معاف و زہد میں یارو — بنا میں کیونکہ ایسا عاشق بدنام کیا جانے

لے ہے جس دل کو ہر دم اضطراب عشق کا کھٹکا
قرار و صبر و طاقت راحت و آرام کیا جانے
پکامت میری چھاتی اوسکے ذکر وصل سے حسرت
بندھا ہے تجکو کیوں ایسا خیال خام کیا جانے

میری بات سنتا ہے اس طور سے
کہ کہتا ہوں گویا کسی اور سے
جفا اس سے جب چاہتا ہوں زیاد
شکایت کروں اوسکے میں جور سے
لب خشک یا جام خالی ہے حیف
مرا حصہ ساقی ترے دور سے
نہ کہہ اوس سے حسرت تو کچھ حال دل
مبادا وہ کچھ اور ہو اور سے

نہ پہونچی سرو تجکو ہمسری اوس سرو قامت کی
وہاں تو پیش جا سکتی نہیں ہے کچھ قیامت کی
میسر تجکو آزادی ہوئی کیونکر کے غم سے
گلی میں جب سے آ اوس سرو قامت کی اقامت کی
نہ پوچھو کیوں ہے تو آوارہ و بے خانماں حسرت
کہ کوچہ عشق بازی کا نہیں جا گہ سلامت کی

تیری الفت سے نپٹ طبع ہے دلگیر اپنی
دل اٹھا لیتا ہے اب تجھ سے ہی تدبیر اپنی
میری گردن پہ نہیں کچھ ترا بار احسان
شرم ہے طوق وفا ہی کی گلوگیر اپنی
چھوٹ سکتا نہیں اُس زلف سے دیوانہ دل
دست و پا مار کے توڑوں تو میں زنجیر اپنی
اسقدر کیوں ہے وہ بیرحم مرا تشنۂ خوں
جز وفا میں تو نہ پائی کوئی تقصیر اپنی
تا ہو عبرت مرے احوال سے ہر عاشق کو
عاشقی میں مجھے منظور ہے تشہیر اپنی

کیا عہد وفا کوئی ہوسناک سے باندھے
کافر ہے جو دل اُس بت بیباک سے باندھے
قایل ہوں تیری ساحری چشم کا تب میں
راہ اشک کی اس دیدۂ نمناک سے باندھے
خونخوار وہ میرا ہے کہ ان بو الہوسوں کا
ہر صید زبوں کو وہ نہ فتراک سے باندھے
بے تیغ و کفن اوس سے کروں عرض میں احوال
کب تک وہ زباں خوئے غضبناک سے باندھے
فتنہ سے اماں مانگتے ہیں لوگ پہ حسرت
ایک تو ہے کہ دل اس قد چالاک سے باندھے

دیدۂ مست کی نظر ہم سے اٹھائی نہ گئی
آنکھ اُس ترک ستمگر سے لڑائی نہ گئی
دل تو میں تجھ سے اٹھاؤں پہ یہ سمجھی کی نہ تھی
کہ تری سنگدلی مجھسے اٹھائی نہ گئی
جز ترے قد کے کہ گذرے ہے مرے سر پہ ستم
جو بلا سر پہ مرے عشق میں آئی نہ گئی
سر مرا خاک ہوا راہ وفا میں آخر
شکر خالق تو مری ناصیہ سائی نہ گئی

جاتا ہوں خون پہ کمر باندھکر اپنی اوس پاس
جسطرح شمع پہ جلنے کو پتنگ آتا ہے

حسرت آتا ہی بخت سیہ ہوں بحر تحیر میں غریق
ڈالوں ہوں دام جو ماہی کو نہنگ آتا ہی

سرخ اوسکے نینوں دیکھ مجھے آگ لگی ہے
یہ نرگس مخمور کہاں رات جگی ہے

خواب کرتی ہی ادا اس نگار رعنا کی دو رنگی
ہی لطف تو یک گونہ پہ دل میں خفگی ہے

کیا بوسہ شیریں کی رکھیں ہم طمع خام
دشنام کی تلخی پہ جہاں بدمزگی ہے

اے دل نہیں سینے میں قرار اب تجھے اکدم
پھر کس سے تری خانہ خراب آنکھ لگی ہے

نکلی یہ صدا جلوہ گہ تار سے اوس کے
اے عمر سبک سیر یہ کیا تیز تگی ہے

حسرت ملی کب ہمکو وہاں خاک نشینی
جس جا کہ فرشتہ کو شرف لاف سگی ہے

عشق سے دلکی بہت ہم نے خبرداری کی
ناگہاں پڑ گئے آفت میں گرفتاری کی

دل جلانیکو مرے غیر و لئے سرگوشی ہے
کیا کہوں ہائے میاں اس شوخ کی عیاری کی

بیوفائی نکی سہی ہمنے نہ کیا کیا بیداد
نہ ملی داد کہیں ہمکو وفاداری کی

سر پہ جلاد ہوں ہوں تری تیغ جفا کا سایہ
اے میاں تجکو قسم ہے تری خونخواری کی

اپنے یوسف کو جو میں خواب میں دیکھا حسرت
مدتوں بعد سے بخت نے بیداری کی

کروں میں قطع نظر وصل یار سے ابکی
نہیں ہے چشم اثر انتظار سے ابکی

بھرا ہے دل مژۂ اشکبار سے ابکی
اماں ہے گریہ بے اختیار سے ابکی

قرار و صبر پہ دل وہ رہے باندھکر ہمت
یہی ہے عہد دل بیقرار سے ابکی

مجھے وصال کا دن خواب میں نہیں [illegible]
جدا ہوا تھا میں کس دن دیار سے ابکی

بہار وصل سے گل کونسا کھلے حسرت
خلش ہے دلکو وہی خار خار سے ابکی

میری اس پیاری حبیب سے آنکھ لگی
کس سراپا عجب سے آنکھ لگی

جتنے خوش چشم ہیں زمانہ میں
رہتی ہے میری سب سے آنکھ لگی

عشق میں خواب کا خیال کسے
نہ لگی آنکھ جب سے آنکھ لگی

رات ہمسایوں کی نہ صبح تلک
میری افغان شب سے آنکھ لگی

یار آتا نظر نہیں آتا
ہے شب اودھر میری کب سے آنکھ لگی

رہتی ہے اوس نگاہ کافر کی
رنجش بے سبب سے آنکھہ لگی

مجکو مت دو کھ ہے بلا حسرت
یار عاشق طلب سے آنکھہ لگی

جان دون میں پر نہ کھول روئے جاناں تو سہی
تا نہ بیجا سے کرون اسکو پشیماں تو سہی

عاشق صادق کی کب برباد جاتی ہے تلاش
کرے ہے تاثیر میری آہ و افغاں تو سہی

مت دکھائے گو ہر اشک اپنی جھوٹی آب و تاب
ہنسکے بولے تجھسے تک وہ لعل خنداں تو سہی

باغباں اتنا بھی مت کر ناز اشک سرخ سے
کر دکھاؤں میں قفس جھکو گلستاں تو سہی

کیوں تو ہے نومید حسرت کو کئی دن کی بات ہے
تجھ پہ صبح وصل ہوے شام ہجراں تو سہی

عجب شادی محبت میں دل ناشاد کو پہونچے
گرفتاری الٰہی بندہ آزاد کو پہونچے

بھلائی ہے بس دلسے یاد تیری یاد کر نیسے
فراموشی تمہاری کب کسی کی یاد کو پہونچے

حسد سے ہمصفیروں کی چمن ہے تنگ اے ہمپر
دعا تک میری لے باد صبا صیاد کو پہونچے

ترا دلدادہ ہوں کیا دلدہی سے مجکو غیروں کی
کسکا داد و دینا کب تیری بیداد کو پہونچے

حوادث سے کہاں پیدا ہے ہم خانہ خرابوں کو
جہاں میں جو ہے آفت کشور آباد کو پہونچے

کیا دریا کو پانی دیکھ چشم تر نے حسرت کی
عزیزو مت کہو شاگرد کب استاد کو پہونچے

کب تک وہ نکہ مرے دل چاک پہ باندھے
راہ نظر اس دیدۂ نمناک پہ باندھے

اوس ماہ کو کیا نسبت اس خاک نشیں سے
کیا تہمت افلاک کوئی خاک پہ باندھے

کیا ریزۂ الماس کا ہے قحط جہاں میں
مرہم جو کوئی اس دل صد چاک پہ باندھے

گر عاشق صادق کی ہو کچھ بھی اسے پہچان
بہتان ہوس اس نظر پاک پہ باندھے

حسرت ہے یہ مست جنوں زلف سی تیری
کیا تاک وہ اب سلسلہ تاک پہ باندھے

اب تو تری گلی سے کر کے سفر ہینگے
تکتے یہاں کہاں تک دیوار و در رہینگے

گو میکشی ہماری نقصان لائے دین کا
دنیا کے نیک و بد سے تو بیخبر رہیں گے

ہو گا کبھی تو آخر تیرا بھی چھوڑے غم
کیا ہم مدام پیتے خون جگر رہیں گے

بیحد رلوئے ہمکو گو تیری نظر سے پیکا
ہم تیری بندگی میں باندھے کمر رہینگے

نومید ہو کے حسرت پھرتا ہے کیوں غم سے
یہ آہ و نالے تیرے کر کے اثر رہینگے

چند روز و بھی گردم کی جو ملا مجھ سے — جس کے داغ دوری کا جو ہوا جدا مجھ سے

بے تکلف ہو کے گر غیروں کے گھر جایا کیے — کیا کیا ہمنے نالیں سے کم جو ٹھہرایا کیے

بندگی کی شرط جو جو تھی بجا ہم لا چکے — گر تم اپنی صاحبی کو کام فرمایا کیے

عشق میں ناقدرداں معشوق کی حسرت و دریغ — ہم وفا کرتے رہے اور کر کے پچھتایا کیے

در در اوس صد رہ سے ہم شام و سحر رویا کیے — وائے ایسی زندگی پہ عمر بھر رویا کیے

کیوں نہ رہے لڑتے بن کے ذکر کہاں کی یاں رواج — ہم مگر کمتر چلے جو بیشتر رویا کیے

اوسکی بزم وصل شب میں داغ رشک غیر سے — شمع کی جو کچھ نہ تھی ہمکو خبر رویا کیے

میرے درد دل سے غافل تھا وہی خانہ خراب — ورنہ تجھ پر شب وہاں دیوار و در رویا کیے

اوس گل خنداں نے اپنی گلشن کو میں کبھی — یہ نہ پوچھا کون تھے ہم اور کدھر رویا کیے

جو دلدار اپنا کوئی اور ٹھہرے — محبت میں کچھ نہ لیست کا طور ٹھہرے

وہاں تم ہو کوئی وفادار ہمسا — وفا کا عیوض جسجگہ جور ٹھہرے

سنا ہے ادھر آیا دو شوخ حسرت — دھڑکتا ہے دل مت کہیں اور ٹھہرے

پشیمانی ست اب وصل ہو کیا جب کام کر بیٹھے — کہ عاشق ہوتے ہی ہم آپ کو بدنام کر بیٹھے

عزیزوں دل کوئی دیتا ہے ایسے طفل ناداں کو — یہ نادانی ہی ہم کیسا خیال خام کر بیٹھے

تمہیں اے میکشو ہو نوشجان پیمانہ عشرت — لبالب خون دل سے ہم تو اپنا جام کر بیٹھے

نہ سمجھے قدر اوسکی وصل کی کفران نعمت سے — ہے اس آغاز کا افسوس یہ انجام کر بیٹھے

چمن سے ہمکو کیا نسبت رہی جب بال و پر اپنے — قفس کی نذر کچھ اور کچھ نیاز دام کر بیٹھے

دلیری کر سوال بوسہ پر فائدہ دیکھا — کہ اوسکے لب سے ہم حسرت زبان دشنام گیر کر بیٹھے

تیغ کی حاجت عبث اے قاتل خونریز ہے — خنجر الماس تیری ہر نگاہ تیز ہے

ایک یہ نول ایک ہی یہ اشک تر ہجر میں — یعنی چشم و دل کا پیمانہ یہاں لبریز ہے

روئے گلگوں اوسکو ہمکو دیدۂ پر خون دیا — زور حسن و عشق کا نیرنگ رنگ آمیز ہے

خون دل پینے سے عاشق کی نہیں سیری اوسے — نرگس بیمار اوسکی سخت بد پرہیز ہے

ہر دو قامت کو لنسا ہے خوشخرام ناز آج — شہر و لکھنؤ میں ہر طرف غوغائے رستاخیز ہے

ہو باغ باغ نہ پھولے سمائے اپنے میں — جو ہنسکے گل تو رخ نو بہار پر مارے
یہ دوستی یہ مروت یہ غمگساری ہے — کہ ناخوشی میں ہماری خوشی تمہاری ہے
امید وصل کی رکھنا تو خامکاری ہے — غرض ہمیں ترے وعدوں سے انتظاری ہے
نہ خوں ہوا اتنا ہی اوس لالہ رو کی فرقت میں — یہ داغ عشق ولا اوسکی یادگاری ہے

اٹھے اس در سے تو دیوار تلے بیٹھ گئے — پاؤں وہاں اپنے جلائے نہ چلے بیٹھ گئے
جاورس وہ جب تو کام کسی کا نہوا — داد فریاد سے عالم کے گلے بیٹھ گئے
سایۂ بید میں یوں کوئی نہ بیٹھے حسرت — جسطرح یار کی ہم تیغ تلے بیٹھ گئے

مٹ گیا عشق کو پوشیدہ ہی کرتے کرتے — حال اپنا نہ کہا اوس سے میں مرتے مرتے
میں سیہ روز شب ہجر بتاں آج نہیں — عمر گذری ہو مری دن یہی بھرتے بھرتے

بات اوس یاقوت لب کی مجکو پیاری سی لگی — پیار کی رنگین ادائیں سبکو پیاری سی لگی
اوس گل رعنا کو ہی یاد آ ہوا داراں مگر — اپنی آہ سرد کچھ باد بہاری سی لگی

شب خواب میں شکل اوسکی مجھے پیش نظر تھی — جب آنکھ کھلی صبح جو دیکھا میں تو تر تھی
آسودگی وصل میں خوش گذرے تھے سب ہجر — تجھ آفت ناگاہ کی یاں کسکو خبر تھی
برباد دیا مجکو تری بے اثری نے — کس دن مری دمساز تو اے آہ سحر تھی
مت پوچھ مجھے قرب و وصال اوسکے سے حسرت — مجکو تو وہاں ایک نگہ دور نظر تھی

غیر مانع ہو جو گھر یار کے جاکر ملیے — خلق رسوا کرے دونوں کو جو باہر ملیے
اسقدر ملنے پر راضی ہی نہیں دل اوس یار — بیشتر ہمسے یہ چاہے ہی کہ کمتر ملیے
عشق میں صبر میسر جو نہو پھر ناچار — جسطرح یار سے ملنا ہو میسر ملیے
گر خوشی مجکو ہے منظور ہماری پیارے — ہم سے ایکبار خفا غیر سے ہو کر ملیے

دل مرے کا ستم خاطر کو کم ناشاد کرتا ہو — ترے ایما سے وہ ہمپر مگر بیداد کرتا ہے
اوڑا دیتا ہو تو سنکر مرا جب ذکر آتا ہے — ہوا خواہوں کا حق کوئی بھی یوں برباد کرتا ہے

یار ہیں ہمہ مروت تری چھوڑی چھوڑی — ہی رعایت جو جفا تو کرے تھوڑی تھوڑی
ناگہاں گیر تی اغیار سے ڈرتا ڈرتا — اوس گلی میں کبھی جاتا ہوں میں چوری چوری

دل کے لینے سے تری چشم کبھی آتی ہی باز — باگ ان ترکوں نے جس سمت کو موڑی موڑی

باغ میں آویگا حسرت وہ نگر سے پینے — پیالیاں لالہ و گل چنتے ہیں کوری کوری

تیری ہمشکل کوئی صورت زیبا نہ بنی — نسترن ہے بخجلۂ گل ندامی و نسترن بدنی

دیکھکر لالہ و گل نے تری گل پیرہنی — باغ میں پہنی ہے رنگ رنگ لہو میں کفنی

قتل ناحق میں مرے اتنا تعلل کب ہے — ہم بھی حاضر ہیں جو یوں دل میں تیرے آگ ٹھنی

منہ پہ لاوینگے ترے ہم بھی جو کچھ ہے دل میں — بات کیا باقی رہی جی ہی پہ جب آن بنی

وہ تم نہ ہو جو کسی سے ہرگز وفا کا وعدہ وفا کروگے — ہم فقیروں کی حال پر بھی کرم برائے خدا کروگے

غضب لئے ہی سی ہو سو کچھ ہو وے نہ تھی تم سے یہ توقع — کہ دردمندوں سے لیکے دلکو پھر اسطرح سے جفا کروگے

رہا نہیں جاتا اب تو ہم سے بغیر ملنے کے تم سے ہرگز — یہی نہ آخر کہ مار ڈالوگے اس سوا اور کیا کروگے

کسی طرح سے تو ہم بھی صاحب تمہاری دولت سے فیض پاویں — کرم کے ممنون ہیں تمہارے جو دکھ ہی ہمکو دیا کروگے

کہے سو کیا دردمند حسرت کسی سے احوال اپنے دل کا — جو درد ہی ہے دوا عزیزو پھر اسکی تم کیا دوا کروگے

یکبارہ ایسی ترک ملاقات ہو گئی — رنجش یہ کیسی یار سے ہیہات ہو گئی

دنیا و دین کا ہمسے بن آیا نہ کچھ بھی کام — ضایع تمام فرصت اوقات ہو گئی

افراط میکشی سے ترے دور چشم میں — جو میکدہ تھا بزم خرابات ہو گئی

حسرت ہمارے حق میں بلا ہے تمام عمر — وہ دن کی اوسکی لطف و مدارات ہو گئی

رات جوں شمع کو گذری مجھے روتے روتے — گل کھلے دیکھئے کیا صبح کے ہوتے ہوتے

دیکھئے کیا ہمیں دکھلاتی ہے بیداری بخت — آنکھ اچانک کھلی اس فتنہ کی سوتے سوتے

اتنا نومید نہ ہو دلکو قوی رکھ حسرت — صبر کر دیکھ تو کیا ہوتا ہے ہوتے ہوتے

گلشن میں قد کشی کی جو تیرے خبر گئی — سرو چمن پہ آج قیامت گذر گئی

شوریدہ خاطروں کی خطا کو نہ کیا لحاظ — اے جرم بخش تیری کدھر کو نظر گئی

روتے ہی روتے عمر یہ حسرت تلف ہوئی — جو آرزو تھی دل کی مرے دل میں مر گئی

وہ رشک پری دور سے جسدم نظر آئے — فریاد کہ دل پیشتر آنکھوں سے بھر آئے

کیا ظن کسی نے ڈالا ہی اس شوخ کے دل میں — ہرگز نہ اکیلا وہ کبھی میرے گھر آئے

انتخاب دیوان یقین شاگرد مرزا مظہر

کون کر سکتا ہے اُس خلاق اکبر کی ثنا — نار سا ہے شان میں جسکے پیمبر کی ثنا
نام محمد اور مدح کے لینے سے ہے میری نجات — کی ہے ساری عمر تم کان ستمگر کی ثنا
جان پر اپنے یہ لازم رکھ یقین ہر صبح و شام — حضرت او شاد یعنی شاہ مظہر کی ثنا
سر پہ سلطنت سو آستان یار بہتر تھا — ہمیں ظل ہما سے سایۂ دیوار بہتر تھا
مجھے زنجیر کرنا کیا مناسب تھا بہار انیں — کہ گل ہاتھوں میں اور پاؤں میں میرے خار بہتر تھا
مجھے پھر دکھہ دیا تیں زمنڈا کر سبزۂ خط کو — جراحت کو مرے وہ مرہم زنگار بہتر تھا
ہمو نے ہجر سے کچھ وصل میں دکھ سہے بہت کچھ — ہمارے حق میں اس راحت سو وہ آزار بہتر تھا
مرا دل مر گیا جسدن کہ نکالے سو باز آیا — یقیں پرہیز اگر کرتا نہ یہ بیمار بہتر تھا
یہ دل ایسا خراب کوچہ و بازار کیوں ہوتا — اگر ملتا نہ اتنا گل رخاں سی خوار کیوں ہوتا
تری الفت سی مرنا خوش نہیں آیا مجھے ورنہ — یہ اتنا کار آساں اسقدر دشوار کیوں ہوتا
حقیقت میں یہ شعلہ عشق کا ہی برگ گل ورنہ — خلیل اللہ پر آتشکدہ گلزار کیوں ہوتا
یقین امید جینے کی نہیں تیری ان آنکھوں سی — اگر پرہیز تو کرتا تو یوں بیمار کیوں ہوتا
نہو جبتو دور میرے سر سے ظل عاطفت غم کا — نہ پڑیو داغ پر میرے الٰہی سایہ مرہم کا
اسے واعظ ہمارے پاس ہے آتش محبت کی — کہ جسکو دیکھہ زہرہ آب ہو جاوے جہنم کا
شکوہ حسن سو آنسو ہمارے سوکھ جاتے ہیں — یقین سورج کے آگے کب فرو رہتا ہے شبنم کا
مجھے گر حق تعالیٰ کار فرمائے جہاں کرتا — بتوں کو میں پرو سان بیکسوں پر مہرباں کرتا
خدا دیتا مجھے گر میر سامانی خدائی کی — تو میں ان بلبلوں کو گلشنوں کا باغباں کرتا
رہا میں بیخبر افسوس لذت سو اسیری کی — جو میں یہ جانتا کنج قفس میں آشیاں کرتا
نہ دیتا عیش کی خسرو کو فرصت قصر شیریں میں — جو میں ہوتا تو جائے شیر جوئے خوں رواں کرتا
کیا مجکو یقیں اس ناتوانی نے خجل ورنہ — گلی کو یار کی اپنے لہو سے گلستاں کرتا
اوس بزم سے کچھ حجاب ہمیں درمیاں نہ تھا — جسدن کہ یہ بہار نہ تھی گلستاں نہ تھا

کیا قیامت ہے کہ صفحہ پر چمن کے رات دن
کربلا کا واقعہ تحریر کرتی ہے بہار

باغ کے کوچے سے دیوانے نکل سکتے ہیں کب
رنگ گل کی موج سے زنجیر کرتی ہے بہار

نشتر فصاد گر دکھاتی ہے سر سبزی کے تئیں
واہ دیوانوں کی کیا تدبیر کرتی ہے بہار

کیا چمن کی گل زمیں میں ظلم ہوتا ہے یقیں
خار کو گلچیں کا دامنگیر کرتی ہے بہار

تو تعرض مت کہہ نا امیدی کی سخن بس کر
جواب تلخ مت دے مجکو اے شیریں دہن بسکہ

پھڑک کر جی نکل جاویگا بلبل کیطرح میرا
کھلا بند گریبانکو نہ رکھ اے گلبدن بسکہ

ہوئی ہے راکھ تس پر شعلہ آواز باقی ہے
مت اتنا بھی جلا تو مجکو اے سرو چمن بسکہ

بھلا آخر ہوئی ہے ابتو سینے دے گریبانکو
یقین کرتا ہے کوئی اسقدر دیوانہ پن بسکہ

عقل گر رکھتا ہے تو جب دیوانوں کو نہ چھیڑ
باغباں ان بلبلوں کے آشیانے کو نہ چھیڑ

ایک شب تو یار کے کوچے میں رہنے دے ہمیں
اسقدر بھی پاسباں بے خانماؤں کو نہ چھیڑ

ورنہ [illegible] کے تو لیتا ہے [illegible] جی کا وبال
مر رہے ہیں آپ یہ ان ناتوانوں کو نہ چھیڑ

گرچہ شیریں ہیں شیخ کے [illegible] میں آنے کا شور
پر قیامت بانکپن ہوتا ہے میخانے کا شور

ہر طرف ہنگامہ ان آنکھوں کی مستی کا ہے گرم
بھر رہا ہے جسطرح عالم میں پیمانے کا شور

کیا جنوں کو جسطرح شورش پہ لایا ہے یقین
فصل گل ہے بلبلو کہتے باغ میں آنے کا شور

دل ہمیں کہہ کے چلا تھا اپنے جانیکی خبر
پھر نہ دی ہمکو کسی نے اس دوانے کی خبر

سچ کہو اے بلبلو کس باغ سے آئی ہو تم
ہے ہمارے بھی تمہیں کچھ آشیانے کی خبر

باغباں کو جانکر مانع نہیں ہوتا یقین
ورنہ سب ہے گل کو بلبل کے ستانے کی خبر

بعد مرنے کے بھی ہوں گور میں غمناک ہنوز
گرد پھرتے ہیں مری خاک کے افلاک ہنوز

خاک پر مجنوں نے پی کر جو گرائی تھی شراب
سبز ہوتا ہے اسی سے شجر تاک ہنوز

چھوڑتا مجکو نہیں شوق جو مانند سحر
ہو گیا سینہ گریباں ہے مرا چاک ہنوز

[illegible] فرق جنون عشق [illegible] یقین
لیک دامن ہے مرا گل کیطرح چاک ہنوز

[illegible] مشغول کی [illegible] جا قفس
ورنہ تک پھر کے [illegible] بالا نفس

[illegible] دیکھ کر صیاد [illegible] مر نہ سکے بعد
پھر اور [illegible] میرا قفس

اس گرفتاری کا پایا ہی مزا جب سے یقیں — تب سیتی یا دام خوش آتا ہی ہمکو یا قفس

آج دیکھا ہی میں اس لطف کا صیاد کہ بس — سر پہ آیا مرے اس طور سے جلاد کہ بس

کچھ پر و بال میں طاقت نہ رہی جب چھوٹے — ہم ہوے ایسے بڑے وقت میں آزاد کہ بس

تو نہ تھا حیف یقیں ورنہ دیوانہ ہوتا — آج اسطرح کا دیکھا ہی پری زاد کہ بس

میرے جنوں پہ نہ تنہا کرے ہے مجنوں رقص — کرے بگولے کی صورت پکڑ کے ہاموں رقص

کب سنے زنجیر مجھ مجروح دیوانے کی عرض — نہیں پہونچی کان تک اس زلف کو شانے کی عرض

گرمی اہل بزم سی سنکر کے میں ہوتا ہوں داغ — شمع کی خدمت میں اتنی ہی یہ پروانے کی عرض

فصل جاتی ہی یقیں اور باغباں سے ایک بار — کوئی نہیں کرتا ہے لے باغیں جانیکی عرض

مت خدا کیواسطے کر دلبراں سی اختلاط — کفر ہی حق میں مسلماں کی بتاں سے اختلاط

رشک تیری دلربائی کا زبس کھاتی ہی شمع — دیکھ تیرے حسن کے شعلے کو جلجاتی ہے شمع

بے حجابی بسکہ شان حسن کی لائق نہیں — بزم میں فانوس سی باہر نہیں آتی ہے شمع

یا تو سے در بیم نہیں ہوتا ہی یہ شعلہ یقیں — بلکہ پروانے کی گستاخی سے جھلاتی ہی شمع

ہمتو اب مرتے ہیں اور بجھتا ہی الفت کا چراغ — دیکھیے پھر کب ہوئے روشن محبت کا چراغ

آگ بھی بجھتی ہی اور سورج بھی ہوتا ہی غروب — رات دن جلتا ہی یکساں داغ حسرت کا چراغ

خاندان درد مجھ سے کیوں نہو روشن یقیں — ہی ہر ہر داغ سینے میں مصیبت کا چراغ

آئینہ ہوتا ہی اس روئے درخشاں کا حریف — ماہ بن اور کون ہو خورشید تاباں کا حریف

عشق سے کعبہ کو جاتا ہی چلا یہ کارواں — ہو سکے کیونکر جرس لیلائے نالاں کا حریف

سالہا شور محبت کو چھپایا میں یقیں — ہاتھ آخر ہو گیا میرے گریباں کا حریف

بہت جلدی کی تدبیر اہل عرفاں کو نہیں لائق — کہ پینا آب حیواں شان انساں کو نہیں لائق

جفا کرنا سجن اہل وفا سے کیا مناسب ہی — پھلوں سے بد سلوکی خوبرویاں کو نہیں لائق

جنوں کے ہاتھ سی محفوظ اک دم رہ نہیں سکتا — رفو کرنا یقیں میرے گریباں کو نہیں لائق

رشک سی لاگی ہی پروانے کی جیسے تن کو آگ — لگیو اے فانوس ایسے تیرے پیراہن کو آگ

فصل گل آتی ہی بلبل آشیاں کا کر علاج — لگ اٹھیگی اب کوئی دن بیچ اس گلشن کو آگ

ڈھب نہیں ہے خلق کی آنکھوں کو نظارے کا ہائے
مر گئی ہے باغ دلبستاں کی تمنا سے یقیں
دوبارہ زندگی کرنا مصیبت اسکو کہتے ہیں
بقدر جفائے یار بڑھتی ہے وفا میری
یقیں مارا گیا جرم محبت پر زہے طالع
درون ہمکو کچھ اس آگ سے مقصود نہیں
ہے اسی تیغ کے زنگار کا مرہم درکار
دیکھکر مجکو کسی آنکھ سے آنسو نہ گرا
ہم تو حاضر ہیں عشق یار کہاں
باغباں در نہ بند کر کہ دگر
موج میں آب زندگی کے یقیں
وہ کون دل ہے جہاں جلوہ گرہ نور نہیں
شتاب کوئی خبر لو کہ بے نمک ہے بہار
کرتا ہے کوئی یارو اسوقت میں تدبیریں
دیوانہ مجھسا کب جیتا ہے کیوں تدبیر کرتے ہیں
یہ سینہ عشق سے محروم درد و داغ نہیں
مت انتظار کر اے نوبہار رعنائی
یہ بلبلوں کا دیا مشہد مقدس ہے
گلی میں عشق کے دل بھول جا پڑا تھا یقیں
بہار آئی ہمیں اب کیا کہیگا باغباں دیکھیں
جو سر پاؤں پہ رکھ دیجئے تو خوش ہوں بتاں ہمسے
تمہارے بال و پر سے باغ کی آتی ہے بو ہمکو
یقیں کچھ واہم ہیں اسکا اندیشہ تھا ہرگز

بھر رہا ہے رنگ سے جلوے کے قدرت کا چمن
گل نہیں رکھتا ہے بجز از داغ حسرت کا چمن
پھر اٹھنا ہے دوانوں کا قیامت اسکو کہتے ہیں
کوئی چاہے تو آ دیکھے محبت اسکو کہتے ہیں
شہادت اسکو کہتے ہیں سعادت اسکو کہتے ہیں
عشق پھیکا ہے اگر داغ نمکسود نہیں
اور کسو طرح مرے زخم کا بہبود نہیں
ظاہر آتش سودا میں یقیں دود نہیں
خار و خس جمع ہیں شرار کہاں
ہم کہاں تم کہاں بہار کہاں
مزۂ تیغ آبدار کہاں
اس آفتاب کا کس ذرہ میں ظہور نہیں
چمن کے بیچ دوانوں کا ابھی شور نہیں
مرتا ہے یہ دیوانہ اب کھول دو زنجیریں
کوئی دن چلنے پھرنے دو عبث زنجیر کرتے ہیں
ہزار شکر کہ یہ ملک بے چراغ نہیں
چمن سے کہے نکالا اس تلک کو داغ نہیں
قدم سنبھال کے رکھیو یہ شیشہ باغ نہیں
پھر اندنوں سے دیوانوں کا کچھ سراغ نہیں
چمن میں رہنے پاویگا ہمارا آشیاں دیکھیں
لیکن ہائے ہو سکتی ہے یہ جرأت کہاں ہمسے
کدھر تو ملنے جایا کیجئے اے بلبلاں ہمسے
ڈرے اتنا کہ تک آباد تھا یہ گلستاں ہمسے

بت کرے سجدہ ترے حسن خداداد کو دیکھ
سرو بندہ ہو تری قامت آزاد کو دیکھ

عمر میں ہمیں نے تو دیکھی ہے بہت غمخواری
اب تو لے چرخ فلک اس دل ناشاد کو دیکھ

عشق کے جور و ستم میں بھی کوئی شک ہے یقیں
عیش پرویز کو اور محنت فرہاد کو دیکھ

لیکے جی کرتے ہو ثابت دکھ کا بار کے گناہ
جان و دل دینے میں کیا ہے ان بیچاروں کا گناہ

اب جو ٹھہری ہے محبت جرم پر آخر کے تئیں
سخت یاد آویگا پیارے جان نثاروں کا گناہ

جو نہ جی سکتے ہوں بیتابی سے پھر وہ کیا کریں
جی نکلجانے میں کیا ہے بیقراروں کا گناہ

عاشقوں پہ جبر کرتے ہیں یقیں یہ خوبرو
کچھ نہیں والله ان بے اختیاروں کا گناہ

کہاں تاثیر ہے نالے میں اے مرغ قفس بیچارہ
عبث صیاد کو ناخوش یہی کیوں کرتا ہے بس چپ رہ

کسو کا دست کوتاہ اسکے دامن تک کہاں پہنچے
تمنا کی زباں مت کر دراز اے بوالہوس چپ رہ

یقیں یہ نالہ تیرا کیا بلا لاویگا ڈرتا ہوں
لگا مت گھر کو اپنے آگ اے آتش نفس چپ رہ

منھ اپنا نہ دیکھا کر ہو جائیگا دیوانہ
آئینہ کو کہتے ہیں اے شوخ پری خانہ

کیا دھوم مچائی ہے صحرا میں دیوانوں نے
اس فصل مبارک میں آباد ہے ویرانہ

روداد محبت کی مت پوچھ یقیں مجھ سے
کچھ خوب نہیں سنا افسوس بھرا افسانہ

شب ہجراں کی وحشت میں لٹے بیدرد کیا جانے
جو دن پڑتے ہیں ان پر تو کیا تجھ تری بلا جانے

نہ رکھ اے دل بہ امید وفا ان بیوفاؤں سے
خدا ہی ہے وہ بیگانہ جو بت کو آشنا جانے

جنوں نے اسکے سارے بلبلوں تک شور ڈالا ہے
یقیں سا ہو کوئی تب اسطرح دھومیں مچا جانے

بد لا ترے ستم کا کوئی تجھ سے کیا کرے
اپنا ہی تیں فریفتہ ہوئے خدا کرے

جو کوئی عرض حال کرے تجھ سے یقیں مرا
اول بیاں واقعۂ کربلا کرے

خلوت ہو اور شراب ہو اور یار خوبرو
زاہد تجھے قسم ہے جو تیں ہو تو کیا کرے

قاتل ہماری لاش کی تشہیر سے ضرور
آئندہ تا کوئی نہ کسی سے وفا کرے

مرتا ہوں خاک راہ وفا ہیکے ہاں یقیں
ہے دل میں یوں کہ شرط محبت ادا کرے

ٹک ایک انصاف کر سنا ہی کم تا ہے جفا کوئی
کریگا بعد میرے کس توقع پر وفا کوئی

نظر آتا نہیں ثابت گریباں پھول غنچہ کا
چمن پر یہ ستم کرتا ہے اے باد صبا کوئی

گذر جا وصل سے ہے جو ہجر میں کچھ رفتار وسکی — محبت میں یقیں لیتا ہے نام مدعا کوئی

اگرچہ عشق میں آفت ہے اور بلا بھی ہے — نرا برا نہیں یہ شغل کچھ بھلا بھی ہے

اس اشک و آہ سے مجکو ہوا یہی معلوم — یہ دل کچھ آب رسیدہ ہے کچھ جلا بھی ہے

یقیں کا طور جنوں سنکے یار یہ بولا — کوئی قبیلۂ مجنوں میں لیا رہا بھی ہے

حق مجھے باطل آشنا نہ کرے — میں بتوں سے پھروں خدا نہ کرے

دوستی بد بلا ہے اس میں خدا — کسو دشمن کو مبتلا نہ کرے

ناصحو یہ بھی کچھ نصیحت ہے — کہ یقیں یار سے وفا نہ کرے

چلا آگے سے جب کشتی میں وہ محبوب جاتا ہے — کبھی آنکھیں بھر آتی ہیں کبھی دل ڈوب جاتا ہے

یہ میرا اشک قاصد کی طرح ایکدم نہیں رہتا — کسی بیتاب کا گویا لیئے مکتوب جاتا ہے

بہار آئی بجاؤ عندلیباں ساز عشرت کے — گئیں حسرت کی وہ راتیں گئے وہ دن مصیبت کے

چھٹے اس زندگی کی قید سے اور داد کو پہونچے — وصیت ہے ہماری خوں بہا جلاد کو پہونچے

نہ نکلا کام کچھ اس صبر سے اب نالہ کرتا ہوں — مری فریاد ہی شاید مری فریاد کو پہونچے

بہار آئی ہے جب سے تب سے کس سے تھم نہیں سکتا — دعا اس مشت خون کی نشتر فصاد کو پہونچے

یقیں تقلید سے حسرت نپٹ تجھ پہ اب بسکہ — یہ ممکن ہے کہیں ہرسچ فرہاد کو پہونچے

مجھے ہجر چمن سے موت ہے صیاد کیا جانے — جو سر پر گذرے مقتولوں کے سو جلاد کیا جانے

دیوانہ ہوں میں ہی دینے میں مجنوں کے سلیقے کا — مزا سنگ کے مرنیکی طرح فرہاد کیا جانے

یقیں تشبیہ مت دے یار کی قد کو درختوں سے — وہ اٹھکھیلی کے چلنے کی طرح شمشاد کیا جانے

خدا مجھے تیرے زانوں سے نالہ زار کرے — یہ خار خشک مگر آگ سے بہار کرے

جو تجھ میں درد ہو ناصح تو میری خواری سے — نہ ننگ و عار کرے بلکہ افتخار کرے

اجل نہ چھوڑے گی آخر یقیں کو لازم ہے — کہ اپنے سر کو ترے پاؤں پر نثار کرے

کیا دل ہے اگر جلوہ گہ یار نہووے — ہے طور سے کیا کام جو دیدار نہووے

کچھ رنگ نہیں نغمہ و آہنگ میں اسکے — بلبل جو بہاراں میں گرفتار نہووے

نہیں باغ محبت میں یقیں اوسکو کہیں جا — جس دل میں داغوں سیتی گلزار نہووے

گئے سب بھول شکوے دیکھ وے یار کیا کہیے — زباں حیرت سے میری ہوگئی بیکار کیا کہیے
اگر اسکی جگہہ پہلو میں ہوتا خار بہتر تھا — بہت دیتا ہی میرا دل مجھے آزار کیا کہیے
یقیں کے واقعے کی سن خبر وہ بدگمان بولا — یہ دیوانہ تو کچھ ایسا نہتھا بیمار کیا کہیے

آئینہ عاشق کو خوبانکے مقابل کیا کرے — آپ حیران ہی کسو کا حل مشکل کیا کرے
بیقراری کب ٹھہرنے دے ہی مجکو زیر تیغ — مارنا سیماب کا مشکل ہی قاتل کیا کرے
شعر خاطر خواہ مجھ سے ہو نہیں سکتا یقیں — ہو جب اسقدر ناقص ہیر کامل کیا کرے

نہ دی برباد لے خار آشیانکو عندلیبان کے — صبا بھی ہی ہو خواہاں ہی خراش گلستان کے
نہ دی فرصت کہ ان ہاتھوں سے کچھ کام اور ہی نکلے — ہم آخر ہو گئے دامنگیر اس چاک گریبان کے

پنت سے توفی ہیں گلیاں خاطر طفلاں پریشان ہے — کہو مجنوں کو تجھ بن خانۂ زنجیر ویران ہے
نگاہ یار کی باتیں کوئی اب لگ نہیں سنجھا — یہ وہ باتیں ہیں نازک جسمیں آئینہ بھی حیران ہی
نکل بھاگا ہی کوئی صید کیا اس دام کو سچ کہہ — کئی دن ہیں کہ تیری زلف کی خاطر پریشاں ہی
اگر زنجیر میرے پاؤں میں ڈالی تو کیا ہو گا — بہار آتے ہی میرے ہاتھہ میں اور یہ گریباں ہی
یقیں دیکھہ اس تجلی کی جمالی اور جلالی کو — گل ان گل رخاں کی تو نہ ناحق سیر گلستاں ہی

کوئی لطف ان بتاں کا کیونکہ بن دیوانہ بن جانے — معانی نسخۂ گل کے نہ خوانت چمن جانے
گریباں چاک کرنے سے کسو کے کیا تجھے ناصح — ہمارا ہاتھہ جانے اور ہمارا پیرہن جانے

بہار آئی ہی کیا کیا چاک جیب و پیرہن کرتے — جواب ہم جیتے ہوتے تو کیا دیوانہ پن کرتے
نہیں چھوں پنجہ گل کچھ بھی ان ہاتھوں نے گر آئی — وگرنہ یہ گریباں نذر خوباں چمن کرتے
کوئی فرہاد جیسے بے زباں کو قتل کرتا ہے — یقیں ہم وہاں اگر ہوتے تو ایک دو سخن کرتے

شروع عمر سی ہم معتقد ہیں دشت وہاموں کے — بگولے کیطرح جادو سیاحش میں قیس مجنوں کے
پریشاں خاک سے اگتا ہی سنبل اس سے ظاہر ہے — کھلے ہیں موئی سلسلے سلک ہاتھ میں مجنوں کے
نہیں ہی باغ سے کچھ کام جز شمشاد و سرو انکو — دیوانے ہیں یقیں ہم قمریوں کی طرح موزوں کے

اس بسنتی پوش سے آغوش رنگیں کیجیے — جی میں ہی اس مصرع موزونکو تضمین کیجیے
مفت کب آزاد کرتی ہی گرفتاری مجھے — جان آخر لیکے چھوڑیگی یہ بیماری مجھے

میں جو بن غمخوار ہرگز جی نہ سکتا تھا کہیں ——— ان دنوں کرتی پڑی ہی دل کی غمخواری مجھے

زنجیر ہیں بالوں کے جنس جانیکو کیا کہیے
کیا کام کیا دل نے بولانے کو کیا کہیے

عاشق جو رہے جیتا معشوق کی کام آوے
کیا لطف ہی جل جانا پروانیکو کیا کہیے

دل چھوڑ گیا ہمکو دلبر سے توقع کیا
اپنے نے کیا یہ کچھ بیگانیکو کیا کہیے

تحقیق کو ظالم نے کچھہ کام نہ فرمایا
فرہاد کے ناحق کے مرجانیکو کیا کہیے

بنسنے میں یقین آہو کیا جو سی پھرتے ہیں
فردوس نہ کہیے تو ویرانے کو کیا کہیے

———

خبر کیا پوچھیے مرغ چمن سی آشیانے کی
اسیرونکو توقع کب ہی پھر گلشن میں جانیکی

ہوا جاتا ہوں مست آتنا بھی کس کی گو متھ بالونکو
ٹک اک ڈھیلی تو کرائے شوخ زنجیر ان دیوانیکی

بھکتا ہی اس آپ وتاب سی مستی میں پاؤں اسکا
ڈہلک جسطرح ہوتی ہی یقین موتی کے دانے کی

رباعی

چمن کے تخت اوپر جب شہ گل کا تجمل تھا
ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی اور شور تھا غل تھا

زوال کے وقت گلشن میں یقین جز خار اور کچھہ نہیں
بتاتا باغباں رو رو یہاں غنچہ تھا یہاں گل تھا

انتخاب دیوان بیان

اُن نے اک حرف مہر سر نہ کیا
عجز نے میرے کچھ اثر نہ کیا

مت سمجھ بے حواس اے ہمدم
شکوۂ ہجر میں جو سر نہ کیا

اک دمِ وصل آئیں بھی رنجش
میں نے یہ ذکر جان کر نہ کیا

گو کہ خسرو نے سو بنائے قصر
دل شیریں میں ایک گھر نہ کیا

کیا غبار اسکے دل میں تھا کہ بیاں
خاک پر بھی مری گذر نہ کیا

―――

سب کچھ بیاں سے تب ہم جانینگے ہو سکیگا
جب ہاتھ کو وہ اپنے دنیا سے دھو سکے گا

جس دلکو فرشِ گل پر آرام تھا نہ اکدم
بستر پہ خار و خس کے وہ کیونکے سو سکے گا

اِس راہِ عاشقی میں چلنا اُسے روا ہے
سر او دل قدم پر جو شخص کھو سکے گا

تقلید کر بیاں کی رویا تو کیا ہوس بھی
پر لختِ دل مژہ میں کیونکر پرو سکے گا

―――

قفس میں ہم رہائی کیلئے کیا کیا نہیں کرتا
پھڑکتا ہوں تڑپتا ہوں کوئی پروا نہیں کرتا

―――

سیرت کے ہم غلام ہیں صورت ہوئی تو کیا
سرخ و سفید مانی کی صورت ہوئی تو کیا

―――

مت پوچھیو بیاں سے کہ تین کام کیا کیا
پھر آج کا بھی روز کیا شام کیا کیا

―――

یہ حساب دوستاں در دل مثل مشہور ہے
پر عجب ہیں دوست جو دلمیں بھی کرتے ہیں حساب

خان و مان کچھ ہم بھی رکھتے تھے کبھو لیکن بیاں
اب یہی در ہے یہی گھر ہے خانۂ الفت خراب

―――

تو بزم سے اُٹھا کہ ہوئی تلخ میکشی
میں سچ کہوں شراب کو سمجھا حرام آج

تم جسکے پاس ہو وہ فلاطوں سے کم نہیں
جمشید ہے وہ جسکو میسر ہے جام آج

اُس زلف میں ہو گر سر مو دسترس مجھے
سمجھوں ہے یہ کہ ہاتھ لگا روم و شام آج

―――

ہمارا ضعفِ بصارت ہے مانع دیدار
وگرنہ سامنے آنکھوں کے یار ہے موجود

خدا کے واسطے مت کیجیو پھر کہ یہ کہے
کہ اسکے سنتے ہی ساقی خمار ہے موجود

چمن زمانے کا آنکھوں میں اب کھٹکتا ہے
کہ گل جہاں نظر آتا ہے خار ہے موجود

جہاں ہو [illegible] یہ لازم نہیں کہ ہو گنج
جہاں ہے گنج وہاں ایک مار ہے موجود

حال غربت میں دیکھئے کیا ہو / رہ خطرناک اور منزل دور

گو کہ ہے یار تو بدل نزدیک / سیکڑوں کوس مجھسے ہے دل دور

جز خدا آشنا نہیں کوئی / کشتی ٹوٹی ہے اور ساحل دور

—

ہم سرگزشت کیا کہیں اپنی کہ مثل خار / پامال ہو گئے ترے دامن سے چھوٹ کر

—

گو کہ ناصح کو اعتبار نہیں / دل پہ میرا کچھ اختیار نہیں

وہ نگاہیں جگر میں پیر گئیں / کونسا وار ہے کہ پار نہیں

وقت آنے کا اپنے تو مت پوچھ / مجھکو کس آن انتظار نہیں

گر نہ خفاش چشم کو سوجھے / مہر کس ذرہ میں دو چار نہیں

جہانتک باغ دل میں اپنے بیان / اس چمن میں کبھی کم بہار نہیں

—

چراغ صبح ہوں یا آفتاب وقت آخر ہوں / کوئی ساعت کا مہمان ہوں کوئی دم کا مسافر ہوں

تمنا پادشاہی کی کسی سفلے کو ہووے گی / مرے دل میں خدائی کا بھی خطرہ ہو تو کافر ہوں

ہوس اسباب آزادی کی سب برباد دیتی ہے / گرفتار علائق اسے ہوا میں تیری خاطر ہوں

نہ بتخانے میں ہندو ہے نہ کعبے میں مسلماں ہے / وفا کے آستانے پر مگر اب میں ہی حاضر ہوں

بیان باطن میں بدتر آپکو پاتا ہوں حیواں سے / یہ اسکا فضل ہے جو صورت انساں میں ظاہر ہوں

—

ڈرتا نہیں مرنے سے کہ رنجور پڑا ہوں / افسوس کہ اس در سے بہت دور پڑا ہوں

صد حیف کہ دریا کے کنارے رہوں تشنہ / خم پاس اور افسوس کہ مجبور پڑا ہوں

خورشید سر شام ہوں نے شمع سحرگاہ / میں دوری میں اس ماہ کے بے نور پڑا ہوں

گر میری خبر پوچھیں بیان حضرت آصف / کیونکہ اسی کوچے میں بدستور پڑا ہوں

—

تم ہمکو دیکھتے ہو ہم تمکو گھورتے ہیں / نے حرف و نے حکایت گویا کہ مورتیں ہیں

اب یار کی گلی میں یہ شغل رہ گیا ہے / آتے بسورتے ہیں جاتے بسورتے ہیں

—

علم ہے سینے یا سفینے میں / یا سفینے میں ہے نہ سینے میں

—

کہتا ہے کون ہجر مجھے صبح و شام ہو / پر وصل میں بھی لطف نہیں جو مدام ہو

—

ہر چند ہے گل بہتر گلزار بہت تحفہ / دل اسکے اگر بھایا تو خار بہت تحفہ

بوسے کے نام ہی پہ لگے کاٹنے زبان — کتنی عمل سے آگے مکافات بڑھ گئی

کوئی ایسا جہاں میں سے نکلے — کہ درست امتحاں میں سے نکلے
سو برس میں نہ نکلے دل کی خلش — اور نکلے تو آن میں سے نکلے
کچھ یہ لازم نہیں کہ جنس عزیز — مصر ہی کی دکان میں سے نکلے
گر کوئی ہووے مستعد پورا — یوسف اس کاروان میں سے نکلے

رسوا نہ کر غدا سے ڈر اے چشم تر مجھے — آتا ہے اُسکی بزم میں بار دگر سے مجھے
میں سست گام قافلۂ عمر تیز رو — تنہا نہ چھوڑ جائیں کہیں ہمسفر مجھے
ساقی تری نگاہ کے صدقے میں ایکبار — دونوں جہاں کی فکر سے کر بے خبر مجھے
جتنا ستم کرے وہ اُٹھاؤں کا میں بیاں — دل کے عوض کی حق نے دیا ہے جگر مجھے

جادو تھی سحر تھی بلا تھی — ظالم یہ تری نگاہ کیا تھی
کید ہر ہے کہاں ہے خوشدلی تو — سنتے ہیں کبھو تو آشنا تھی
شیریں بھی تجھی سے تھی ستمگر — لیلیٰ بھی اگرچہ بے وفا تھی
فرہاد پر اسقدر نہ تھا ظلم — مجنوں پہ نہ یہ غضب جفا تھی
مارا ہے بتاں کو جس نے اسے مومن — کیا جانئے کون سی ادا تھی

کون کہتا ہے جاہ مشکل ہے — لیکن اسکا نباہ مشکل ہے
ترک مشکل نباہ مشکل ہے — سخت کافر سیاہ مشکل ہے
صلح اور جنگ تجھکو سب آسان — مجھکو ہر طرح آہ مشکل ہے
حال میرا نہ پوچھ عشق میں تو — گاہ آساں و گاہ مشکل ہے

کوئی سمجھا نیو یارو مرا محبوب جاتا ہے — مرا مقصود جاتا ہے مرا مطلوب جاتا ہے
مبارک ماہ کنعاں سے زلیخا چشم ما روشن — بس اتنی بات سنکے مصر میں یعقوب جاتا ہے

جو گل سے قفس میں خبر جائیگی — تو کیا سُن کے بلبل نہ مر جائیگی
نہیں آہ کرتا میں اسے ہمنشیں — جو کہئے تو کیا بے اثر جائیگی
سلگتی ہے اک آگ مدت سے یاں — بس آتش کی گر [illegible] جائیگی

بیان کا یہ پیغام لے جائیو (ق) صبا اُسکے کوچے میں گر جائے گی
جو ہم بن تمہاری گزرتی ہے خوش ہماری بھی تم بن گزر جائے گی

میں جانتا تھا وصل کی شب بھی دراز ہے آنکھیں جو کھل گئیں تو در صبح باز ہے

میری محنت پہ تیں نگاہ نہ کی کبھو جھوٹی بھی واہ واہ نہ کی
کیا ہوا عرش پہ گیا نالہ دلمیں اُس شوخ کے تو راہ نہ کی
اسی امید و بیم میں گزرے گاہ کی اُن نے ہر گاہ نہ کی
آفریں صبر کو بیان تیرے مر گیا ضبط سے پر آہ نہ کی

بت خود کام چلا جاتا ہے صبر و آرام چلا جاتا ہے
کسکے مکھڑے سے خجل ہو خورشید سرنگوں شام چلا جاتا ہے
عمل نیک سدا رہتا ہے جم نہیں جام چلا جاتا ہے
ہے کدھر قیس کہاں ہے فرہاد عشق سے نام چلا جاتا ہے
عشق میں صبر کی دولت سے بیاں بارے کچھ کام چلا جاتا ہے

مجھے غم سے اسواسطے پیار ہے کہ میرے برے وقت کا یار ہے
کہاں یاں سے لیجاؤں میں جنس دل جہاں ہے تجھی سا خریدار ہے
مری ناؤ بیچ ہے آ منجدھار تری اک توجہ سے بس پار ہے
مرے یار سے کوئی اتنا کہو (ق) کہ ظالم بیان سخت بیمار ہے
خبر لے شتابی کہ مرتا ہے اب پھر آوے نہ آوے وہ مختار ہے

بہار آئی ہے اے ناصح ہمیں بیباک رہنے دے ہمارے طور پہ ہمکو گریباں چاک رہنے دے
ہزاروں قصر جنت کے برابر میں سمجھتا ہوں اگر گردوں دوں آسودہ زیر خاک رہنے دے
فرشتوں کی عبادت کا مصلے ہے مرا دامن اگر آلودگی دنیا کی اسکو پاک رہنے دے

جس واسطے آئے ہیں وہ کام تو کچھ کریئے آغاز اگر کھویا انجام تو کچھ کریئے
روزانہ رہے عاطل پچھتانے سے کیا حاصل گو صبح سے تھے غافل اب شام تو کچھ کریئے
یا ہو جئے افلاطوں یا عقل کو کہو مجنوں دنیا میں بہر صفنوں اک نام تو کچھ کریئے

آیا وہ مہ تاباں جاں ہمنے کری قرباں ـــ جب آوے کوئی مہماں اکرام تو کچھ کریئے

اپنے نہ دامن میں گہر چاہیئے ــ اشک کے قطروں میں اثر چاہیئے

پائے طلب بیٹھ کے کھینچوں کہاں ــ خانہ نشینی کو بھی گھر چاہیئے

دام میں جو شخص کہ اپنے پھنسے ــ اسکی کبھو لینی خبر چاہیئے

دل تجھے جیسا کہ خدا نے دیا ــ مجھکو بھی ویسا ہی جگر چاہیئے

بس ہے بیاں حسرتِ دیدار اور ـــ کیا تجھے اب خاک بسر چاہیئے

شبِ فراق کی دہشت سے جان جاتی ہے ـــ یہی ہے صبح سے دھڑکا کہ رات آتی ہے

جھگڑتے تجھسے پیارے حجاب آتا ہے ـــ وگرنہ بات کا تیری جواب آتا ہے

خدا تجھے مرے آغوش سے جدا نہ کرے ـــ یہ بات کہتے ہی دھڑکے ہے دل خدا نہ کرے

میں نہ ابتک اسے بتِ محجوب سمجھا تھا تجھے ــ خوب سمجھا تھا تجھے کیا خوب سمجھا تھا تجھے

دلمیں اپنے غور کرتا ہوں ترا منھ دیکھ دیکھ ــ کیا سمجھکر طبع نے مرغوب سمجھا تھا تجھے

غالب آنا عشق کا اسے عقل اب کیا ہے عجب ـــ میں تو پہلے روز ہی مغلوب سمجھا تھا تجھے

کہا تھا ساربان کے کان میں لیلےٰ نے آہستہ ـــ کہ مجنوں کی خرابی کا کہیں مذکور مت کیجیو

رُباعیات

لوٹا غاروں نے باغ آل احمد ــ آشفتہ کیا دماغ آل احمدؐ

ہو صبح کبھو نہ شام غم کی اُسکے ـــ گل جن نے کیا چراغ آل احمدؐ

کیا ظلم بیاں وہ تند خو کرتا ہے ــ رسوا جو اُسکو بکو کرتا ہے

کہتے ہیں تجھے کمبخت نہیں آتی شرم ـــ یہ کس کی شکایت ہے جو تو کرتا ہے

در تعریف خضاب عالمگیر بادشاہ گذرانید

اے قبلہ آفاق شہ والا جاہ ــ کیا خوب ہوا خضاب کرنا باللہ

میں روئے مقدس کو کہا تھا کعبہ ــ پس چاہیئے ہو لباس کعبے کا سیاہ

تمام شد